تعارف

عصر حاضر میں جن اہلِ علم ہستیوں پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے اور جو واقعی ہیں آسمانِ علم و فضل کے مہرِ درخشاں ہیں، ان میں حضرت علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی کا بھی شمار ہوتا ہے۔ آپ کی خداداد صلاحیتوں پر جس طرح اپنے عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرتے ہیں اسی طرح اغیار بھی آپ کے علم و فضل اور فہم و ذکا سے متاثر ہو کر رطب اللسان ہیں۔ آپ کی عمر خدمتِ اسلام اور اسکے دفاع میں بسر ہو رہی ہے۔ اسلام پر آئے دن کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات کے سلسلے میں آپ کی حاضر دماغی اور حاضر جوابی شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اس کے ثبوت کیلئے آپ کے متعلق ایک عیسائی مبلغ کے تاثرات قلمبند کئے جاتے ہیں جو اس نے آپکے ہاتھوں اسلام لانے کے بعد کہے۔ اُن کا خیال ہے کہ "آپ (علامہ کاظمی صاحب) کی علمیت کا اندازہ تو اس سے ہو سکتا ہے کہ میرے شبہات کی تسکین صرف کاظمی صاحب نے فرمائی۔ آپکی شخصیت علمی دنیا میں مایہ ناز شخصیت ہے، حاضر جوابی قدرت نے کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے، حافظہ غضب کا ہے اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اپنے علم پر غرور و تکبر نہیں، آپکی ذات انکساری اور محبت کا نمونہ ہے۔

یاد رہے کہ عیسائی مبلغ کے یہ تاثرات اس کے مسلمان بن جانے کے بعد کے ہیں اور پانچ دن کے طویل بحث و مباحثہ کے بعد۔

آپکا سلسلۂ نسب سیدنا امام کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپکا

Marfat.com

مولد امروہہ ہے، تقسیم سے پہلے آپ ملتان تشریف لے آئے اور انوار العلوم کے نام سے دار العلوم قائم کیا ۱۹۶۲ء تک آپ اس دار العلوم میں شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائز رہے، ۱۹۶۳ء سے آپ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں بحیثیت شیخ الحدیث اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں، بلامبالغہ سیکڑوں میں طلباء آپ سے اکتسابِ فیض کر کے دنیائے علم و فضل میں اپنا مقام پیدا کر چکے ہیں، یوں تو ہر علم میں آپکو دسترس حاصل ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ علمِ حدیث پر جو آپ کو عبور حاصل ہے اس کا اندازہ آپ کے درس میں بیٹھ کر کیا جا سکتا ہے۔ جب آپ درسِ حدیث دیتے ہیں تو آپ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت کا پتہ چلتا ہے۔ بے شک آپ غزالیٔ دوراں اور رازیٔ زماں ہیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپکی صحت و عمر میں برکت مرحمت فرمائے (آمین)۔

آپ نہایت خلیق و متواضع ہیں اور درس و تدریس کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود متعدد کتابوں کے مصنف بھی ہیں جن میں قربانی کا فلسفہ اسلام اور عیسائیت الحق المبین تسکین الخواطر، حیات النبی، میلاد النبی، جمعیت حدیث، تصریح المقال تقریر منیر اسلام یا اشتراکیت اور معراج النبی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ طلبا کیلئے آپکا مقالہ اسلامی معاشرے میں طلبا کا کردار" ایک اہم اور مفید دستاویز ہے۔ مدینہ پبلشنگ اس سلسلے میں قابلِ مبارکباد ہے کہ اسنے علامہ کی تصانیف کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔

(مولانا) جمیل احمد نعیمی

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	اسراء اور معراج	۷
۲	اسراء اور معراج کا فرق	۷
۳	اسراء معراج اور اعراج	۸
۴	آیت اسراء	۸
۵	نکتہ	۹
۶	مقامِ عبدیت	۱۲
۷	عبدہٗ	۱۲
۸	عبد کے اقسام	۱۲
۹	عبدہٗ اور معراج جسمانی	۱۳
۱۰	عبدہٗ کی اضافت	۱۴
۱۱	لیلاً	۱۵
۱۲	المسجد الحرام	۱۵
۱۳	مسجد اقصےٰ	۱۵
۱۴	نکتہ	۱۵
۱۵	من آیاتنا	۱۵
۱۶	من آیاتنا کی تشریح	۱۶
۱۷	سمیع و بصیر	۱۶
۱۸	اختلاف اقوال	۱۷
۱۹	ایک سوال کا جواب	۱۷
۲۰	مراحلِ ثلاثہ کا فرق	۲۰
۲۱	ذاتِ گرامی اور مراحلِ ثلاثہ	۲۱
۲۲	حدیثِ معراج	۲۷
۲۳	قائلین معراج منامی کے شبہات اور انکے جواب	۳۶
۲۴	پہلا شبہ	۳۶
۲۵	دوسرا شبہ	۳۸
۲۶	تیسرا شبہ	۴۱
۲۷	نیچری اور مسئلہ معراج	۴۴
۲۸	استحالہ دلیل وقوع ہے	۴۵
۲۹	تصدیقِ صدیق	۴۷
۳۰	بابِ محمدی	۵۲
۳۱	شہادت بطریق	۵۲
۳۲	حدیث معراج کے راوی	۵۵
۳۳	شق صدر	۵۶
۳۴	خون کا لوتھڑا	۵۶
۳۵	حکمتِ شقِ صدر	۵۹
۳۶	حیات النبی کی دلیل	۶۰
۳۷	قلب مبارک کی آنکھیں اور کان	۶۰
۳۸	حضور کا نوری ہونا	۶۱
۳۹	ظہور نورانیت در بشریت	۶۲
۴۰	آسمانوں کے دروازے	۶۳
۴۱	ایک اعتراض	۶۳
۴۲	جواب	۶۳
۴۳	تعارفِ انبیاءؑ	۶۵
۴۴	بکا کلیم	۶۵
۴۵	مشورۂ کلیم	۶۶
۴۶	سدرۃ المنتہیٰ	۶۷
۴۷	جنت	۶۹
۴۸	جنت میں بلال	۷۰
۴۹	جسم واحد کا دو جگہ حاضر ہونا	۷۰
۵۰	ایک اعتراض کا جواب	۷۲
۵۱	سدرہ سے عرش پر	۷۲
۵۲	تخلف جبرئیل	۷۲
۵۳	عرش پر جلوہ گری	۷۳
۵۴	بارگاہِ اسماء و صفات	۷۵
۵۵	رفرف	۷۶
۵۶	صوتِ صدیق	۷۶
۵۷	حکمتِ ایزدی	۷۷
۵۸	وحشت میں حکمت	۷۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۹	ضروری تنبیہ	۷۸
۶۰	بارگاہ خداوندی	۷۸
۶۱	محاکمہ	۸۴
۶۲	ایک سوال کا جواب	۸۵
۶۳	حدیث شریک پر کلام	۸۵
۶۴	قاب قوسین	۸۸
۶۵	قرب حقیقی	۸۸
۶۶	رویت باری	۸۸
۶۷	ایک اعتراض کا جواب	۸۹
۶۸	ایک شبہ کا جواب	۹۱
۶۹	پہلی آیت	۹۱
۷۰	دوسری آیت	۹۱
۷۱	احادیث نفی رویت	۹۱
۷۲	رویت عینی اور قلبی	۹۲
۷۳	رویت عینی کے قائلین	۹۵
۷۴	احادیث ثبوت رویت	۹۷
۷۵	حدیثِ ابوذر	۹۸
۷۶	تطبیق	۹۹
۷۷	رویتِ قلبی کے معنی	۱۰۱
۷۸	حرف آخر	۱۰۳
۷۹	حضور کا شاہد ہونا	۱۰۵
۸۰	فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ مااوحیٰ۔	۱۰۶
۸۱	مراجعت	۱۰۷
۸۲	وہم کا منشاء	۱۱۰
۸۳	لفظ معراج	۱۱۱
۸۴	تکرار	۱۱۱
۸۵	شق صدر	۱۱۱
۸۶	قافلوں کی حدیثیں	۱۱۲
۸۷	حوالجات	۱۱۵
۸۸	ماحصل	۱۱۶
۸۹	انکشاف بیت المقدس	۱۱۷
۹۰	قلبی سمع و بصر	۱۱۸
۹۱	حکمت اور ضرورت	۱۱۸
۹۲	معراج جسمانی پر تبصرہ	۱۱۹
۹۳	تمثیل معراج	۱۱۹
۹۴	معراج پر تعجب	۱۲۱
۹۵	معراج جسمانی اور بشریت	۱۲۲
۹۶	ذاتِ پاک معجزہ ہے	۱۲۳
۹۷	صدر مبارک کے ٹانکے	۱۲۵
۹۸	فائدہ جلیلہ	۱۲۶
۹۹	قلبِ مبارک کا دھویا جانا	۱۲۷
۱۰۰	حاجتِ جبریل	۱۲۷
۱۰۱	مکالمہ کلیم و غزالی	۱۲۸
۱۰۲	ایک شبہ کا ازالہ	۱۳۲
۱۰۳	ایک اور شبہ کا ازالہ	۱۳۳
۱۰۴	تحفہ معراجیہ	۱۳۴
۱۰۵	حدیثِ عائشہ	۱۳۵
۱۰۶	نکتہ	۱۴۰
۱۰۷	ملک و ملکوت	۱۴۰
۱۰۸	خواتیم سورہ بقرہ	۱۴۱
۱۰۹	معراج سے واپسی	۱۴۱
۱۱۰	معراج کا سنہ مہینہ اور تاریخ	۱۴۲
۱۱۱	قول مشہور	۱۴۲
۱۱۲	فضیلت شب معراج	۱۴۲
۱۱۳	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۴۲
۱۱۴	دیارِ عرب میں حبشی شریف	۱۴۷

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

اسراء اور معراج

حضور نبی اکرم نور مجسم سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم کے اخص خصائص واشرفِ فضائل و کمالات اور روشن ترین معجزات و کرامات سے یہ امر ہے. کہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلتِ اسراء اور معراج سے وہ خصوصیت و شرافت عطا فرمائی جس کے ساتھ کسی نبی اور رسول کو مشرف و مکرم نہیں فرمایا اور جہاں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا۔ کسی کو وہاں تک پہنچنے کا شرف نہیں بخشا۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ط (ترجمہ) پاک ہے جو لے گیا اپنے (خاص) بندے کو مسجد حرام سے طرف مسجد اقصےٰ کے جس کے آس پاس ہم نے (بہت) برکت نازل فرمائی۔ تاکہ ہم (اپنے اس (بندۂ خاص) کو اپنی قدرت کی (خاص) نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اسراء اور معراج کا فرق اگرچہ عام استعمالات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس تمام مبارک سیر و عروج یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں اور لامکاں تک تشریف لے جانے کو معراج کہا جاتا ہے۔ لیکن محدثین و مفسرین کی اصطلاح

Marfat.com

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد حرام سے مسجدِ اقصےٰ تک تشریف لیجانا اسرا
کہلاتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کو لفظِ اسراء سے تعبیر فرمایا ہے
اور مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عروج فرمانا معراج
کہلاتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے لئے معراج اور عروج کے الفاظ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں

اسراء، معراج اور اعراج حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فارسی میں فرماتے ہیں۔ جس کا اردو خلاصہ یہ ہے۔ کہ (مسجد حرام سے) بیت المقدس
تک اسراء ہے۔ اور وہاں سے آسمانوں تک معراج ہے۔ اور آسمانوں سے مقام
قاب قوسین تک اعراج ہے۔ (فوائد الفواد جلد چہارم ص۳۰۸)

آیت اسراء اللہ تعالےٰ نے اس عظیم وجلیل واقعہ کے بیان کو لفظ سبحان
سے شروع فرمایا۔ جس کا مفاد اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور ذاتِ باری کا ہر عیب و نقص
پاک ہونا ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے۔ کہ واقعاتِ معراج جسمانی کی بناء پر منکرین کی
طرف سے جس قدر اعتراضات ہو سکتے تھے ان سب کا جواب ہو جائے۔ مثلاً حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے ساتھ بیت المقدس یا آسمانوں پر تشریف لے جانا
اور وہاں سے ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی کی منزل تک پہنچ کر تھوڑی دیر میں واپس
تشریف لے آنا منکرین کے نزدیک ناممکن اور محال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ سُبحان
فرما کر یہ ظاہر فرمایا۔ کہ یہ تمام کام میرے لئے بھی ناممکن اور محال ہوں تو یہ میری
عاجزی اور کمزوری ہوگی۔ اور عجز و ضعف عیب ہے۔ اور میں ہر عیب سے پاک ہوں

Marfat.com

اسی حکمت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسریٰ فرمایا۔ جس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانے والا نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنی ذاتِ مقدسہ کو لے جانے والا فرمایا۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ سُبحان اور اسریٰ فرما کر معراج جسمانی پر ہونے والے ہر اعتراض کا جواب دیا ہے۔ اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کو اعتراضات سے بچایا ہے۔ گویا یوں فرمایا۔ کہ اے منکرو! خبردار! واقعۂ معراج میں میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اعتراض کرنے کا تمھیں کوئی حق نہیں۔ اس لئے کہ اس نے معراج کرنے اور مسجد اقصیٰ یا آسمانوں پر خود جانے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ایسی صورت میں تمھیں اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟ یہ دعویٰ تو میرا ہے۔ کہ میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گیا۔ اب اگر میرے لے جانے پر تمھیں اعتراض ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کیسے لے گیا؟ یہ لے جانا اور ذرا سی دیر میں آسمانوں کی سیر کرا کے واپس لے آنا تو ممکن نہیں۔ تو یاد رکھو کہ میں سبحان ہوں، جو چیز مخلوق کے لئے عادتاً ناممکن اور محال ہے اگر میرے لئے بھی اسی طرح محال اور ناممکن ہو تو میں عاجز اور ناتواں ٹھہروں گا۔ اور عاجزی و ناتوانی عیب ہے اور میں ہر عیب سے پاک ہوں۔ معلوم ہوا کہ آیت اسریٰ کا پہلا لفظ ہی معراجِ جسمانی کی روشن دلیل ہے۔ وَلِلّٰہِ الحمد۔

نکتہ اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں نہ اپنا نام لیا اور نہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا، اپنی ذات پاک کو الّذی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عَبدِہٖ سے تعبیر فرمایا۔ الّذی اسم موصول ہے جس کے معنی ہیں "وہ ذات" یہ ایسا لفظ ہے کہ ہر چیز پر اس کا اطلاق کر سکتے ہیں

Marfat.com

ہر چیز کو اَلَّذِی کہہ سکتے ہیں۔ اور لفظ عبد بھی ایسا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سِوا ہر شے عبد ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے حبیبؐ دونوں کے لئے ایسا لفظ ارشاد فرمایا جو تمام ممکنات کو حاوی ہے۔ ہر شے اَلَّذِی ہے اور ہر چیز عبد ہے گویا اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اَلَّذِی تو ہر چیز ہے لیکن جس کو کامل اَلَّذِیْ کہا جا سکے۔ وہ وہی ہے۔ جو اَسْرٰی کا فاعل ہے۔ کیونکہ اَلَّذِی کے معنی ہیں "وہ ذات" اور ظاہر ہے کہ کمال ذات، وجوب ذاتی، الوہیت اور قدرتِ کاملہ کے بغیر متصور نہیں۔ واجب ممکن کو اور اِلٰہ و معبود ہر عبد و مملوک کو اور قادر مطلق ہر مقدور کو محیط ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ واجب بالذات، معبودِ برحق اور قادر مطلق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ لہٰذا کامل اَلَّذِی صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ اور کمال کی دلیل اَسْرٰی ہے کیونکہ معراج کو لیجانا قدرتِ کاملہ کے بغیر محال ہے۔ اور قدرتِ کاملہ جس کے لئے ہوگی معبود برحق وہی ہوگا۔ اور معبود برحق کے لئے وجوب ذاتی لازم ہے۔ اور وجوب ذاتی ہی اَلَّذِی کا کمال ہے۔ لفظ اَلَّذِی دال ہے۔ اور ذاتِ کاملہ اس کا مدلول۔ دال کا تمام کائنات کو حاوی ہونا اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ مدلول ہر ذرّہ کائنات کو بالذات محیط ہے۔ (وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيط)

علیٰ ہذا القیاس "عَبد" بھی ہر چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کی عبد ہے لیکن جس کو تمام عباد کاملین میں سے سب سے زیادہ کامل و اکمل عَبد کہا جا سکے۔ وہ وہی ہے جو اَسْرٰی کا مفعول بہ ہے اور جسے آیتِ اسراء میں عبد کا سے

Marfat.com

تعبیر فرمایا ہے۔ اور اس کی دلیل بھی یہی لفظ اسریٰ ہے جس کا مفعول بہ یہی عبدِ مقدس ہے کیونکہ عبدہٗ کے معنی ہیں "اللہ کا بندہ"۔ اور اللہ کی بندگی کا سب سے بڑا کمال اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی نزدیکی ہے۔ اسراء اور معراج میں اس عبدِ مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا جو قرب نصیب ہوا اور مرتبۂ قاب قوسین کی نزدیکی حاصل ہوئی وہ اولین و آخرین میں سے آج تک نہ تو کسی کو حاصل ہوئی ہے نہ ہوگی اور نہ ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے جملہ عباد میں عبد کامل صرف "عَبۡدَہٗ" ہے اور بس!

حاصلِ کلام یہ کہ جس طرح "الذی" سب ہیں۔ مگر کامل "الذی" (واجب الوجود) صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح "عبد" سب ہیں، مگر کامل عبد صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لفظ عبد دال ہے۔ اور کامل فی المعبودیت (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) مدلول دال کا تمام عالم کو حاوی ہونا اشارہ ہے۔ اس امر کی طرف کہ مدلول تمام موجوداتِ عالم کو (بالعطا) محیط ہے۔ (وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ)

الذی اور عَبۡد کا تمام ممکنات اور موجودات کو محیط ہونا اس امر کی طرف بھی مشیر ہے۔ کہ تمام عالم "الذی" اور "عبدہٗ" کے حسن وجمال کا آئینہ دار ہے۔ جس طرح ہر تعین میں وجودِ حقیقی کامل "الذی" (رب العالمین) کا جلوہ ہے۔ ایسے ہی ہر مخلوق میں حقیقتِ نوری کامل عَبۡد رحمۃ للعالمین کا ظہور ہے۔ جلّ جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم الذی اور عَبۡدہٗ دونوں میں ابہام ہے۔ اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا حسنِ ذات تمام کائنات سے ابہام میں ہے۔ اسی طرح ذات

Marfat.com

محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا حسن بھی نگاہِ عالم سے مبہم اور پوشیدہ ہے۔

پھر اِنَّہٗ ھُوَالسَّمِیعُ البَصِیْرُ میں چونکہ ضمیر ھو کا مرجع الّذی اور عبدہ دونوں ہو سکتے ہیں۔ اس لئے یہ احتمال اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ کہ شب معراج الذی عبدہٖ کا سمیع و بصیر ہوا اور عبدہٗ الذی کا۔ (ﷺ روح المعانی پ۱۵ صـ۱۳، روح البیان پ۱۵ صـ۱۱)

مقامِ عبدیت قربِ الٰہی کا وہ بلند ترین مقام ہے۔ جہاں بندہ اپنے تعینات کو معدوم پا کر جلوۂ معبود میں محو ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر رسولہٖ و نبیہٖ نہیں فرمایا۔ بلکہ بعبدہٖ فرمایا۔

عبدہٗ معراج کے بیان میں عبدہٗ فرما کر اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرما دیا۔ کہ باوجود اس قربِ عظیم کے جو شبِ معراج میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا۔ وہ میرے عبد ہی ہیں ـ معبود نہیں۔

عبد کے اقسام عبد کی کئی قسمیں ہیں۔ لیکن ایک اعتبار خاص سے اس کی تین قسمیں ہیں۔ عبدِ رقیق۔ عبدِ آبق۔ عبدِ ماذون۔ عبدِ رقیق سے مراد وہ مملوک غلام ہے۔ جو پوری طرح اپنے مالک کے قبضہ اور اس کی ملک میں ہو۔ عبدِ آبق اپنے مالک سے بھاگے ہوئے غلام کو کہتے ہیں۔ (جو مالکِ مجازی کے قبضہ سے باہر ہوتا ہے) اور عبدِ ماذون وہ غلام ہے۔ جو مالک کی ملک اور اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی قابلیت، صلاحیت، استعداد اور خوبی کی وجہ سے اُسکے مالک نے اپنے کاروبار کا اسے مختار و ماذون بنا دیا ہو۔ اور اسے اس بات کا اذن دے دیا ہو کہ وہ مالک کے

Marfat.com

کاروبار میں جائز اور ممکن تصرف کرے۔ اس غلام کا بیچنا۔ خریدنا۔ لینا۔ دینا سب کچھ اس کے مالک کا بیچنا۔ خریدنا اور لینا دینا متصور ہو گا۔ عام مومنین خواہ عاصی ہوں یا مطیع سب اللہ تعالیٰ کے بمنزلہ عبد رقیق کے ہیں۔ اور کفار، مشرکین، منافقین بمنزلہ عبد آبق (بھاگے ہوئے غلام) کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوبین و مقربین بمنزلہ عبد ماذون کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے قرب کے مطابق ماذونیت کا شرف عطا فرماتا ہے۔ ساری کائنات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر کوئی اللہ تعالیٰ کا مقرب نہیں۔ اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے عبد ماذون ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۔ وَمَا رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۔ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ پھر فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد ماذون ہونے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ حضور علیہ السلام کا بولنا اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے۔ حضور علیہ السلام کا فعل مبارک اللہ تعالیٰ کا فعل مبارک ہے۔ حضور کا بیچنا اللہ تعالیٰ کا بیچنا ہے۔ حضور کا خریدنا اللہ تعالیٰ کا خریدنا ہے۔ حضور کا دینا اللہ کا دینا اور حضور کا لینا اللہ کا لینا ہے

عبدہٗ معراج جسمانی کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ نے عبدہٗ فرما کر اس حقیقت کو روشن سے روشن تر فرما دیا۔ کہ معراج صرف روح کو نہیں ہوئی بلکہ روح مع الجسد کو ہوئی ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث یا کلام عرب میں ایسا کوئی استعمال موجود نہیں جس سے

یہ ثابت ہو جائے کہ کسی کی دنیاوی زندگی میں اسے عبد کہا گیا ہو اور لفظ عبد سے صرف روح مراد ہو۔ بلکہ اس کے برعکس آپ قرآن و حدیث اور محاوراتِ عرب میں یہی پائیں گے کہ جب بھی کسی کو اس کی حیاتِ ظاہری میں لفظ عبد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو اس لفظ سے روح مع الجسد مراد لیا گیا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا (پ ۲۵ سورہ دخان) اے موسیٰ میرے بندوں کو رات میں لے جا یہاں بھی لفظ عبد سے روح مع الجسد اور اسراء سے اسراء جسمانی مراد ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی کیا تو نے اسے دیکھا جو روکتا ہے عبد (مقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب وہ نماز پڑھے دیکھئے یہاں بھی عبد سے جسم و روح کا مجموعہ مراد ہے۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ۔ جب کھڑا ہوا اللہ کا عبد مقدس حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم) اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کو پکارتا یعنی اس کی عبادت کرتا تھا۔ اس آیت میں بھی لفظ عبد سے جسم و روح دونوں مراد ہیں۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

عبدہٖ کی اضافت اللہ تعالیٰ نے اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ فرمایا۔ اور عبد کو ضمیر مجرور کی طرف مضاف کیا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے۔ کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم عام عباد کی طرح عبد نہیں۔ بلکہ وہ عبد خاص ہیں بلکہ عبد نہیں عَبْدُہٗ ہیں۔ علامہ اقبال ؒ نے اسی مضمون کو اس شعر میں ادا کیا ہے۔

ع عبد دیگر عَبْدُہٗ چیزے دِگر او سراپا انتظار ایں منتظر

Marfat.com

لَیْلاً اسراء کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں۔ اس کے باوجود لفظ اسریٰ کے بعد لَیْلاً فرمایا۔ تاکہ ظاہر ہو جائے کہ معراج تمام رات نہیں ہوئی۔ بلکہ رات کے بہت تھوڑے حصہ میں ہوئی ہے۔

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجدِ حرام مکہ مکرمہ کی وہ مبارک مسجد ہے جس کے وسط میں بیت اللہ شریف واقع ہے۔

مَسْجِدِ اقْصٰی مسجد اقصٰی بیت المقدس کی وہ مشہور مسجد ہے۔ جو انبیاء سابقین علیہم السلام کا مرکز رہی ہے۔

ان انبیاء کرام علیہم السلام و محبوبین باری تعالیٰ کی ذوات قدسیہ سے جو برکتیں اس خطہ پاک کو حاصل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے بَارَکْنَا حَوْلَہٗ فرما کر ان ہی کا اظہار فرمایا ہے۔

نکتہ اللہ تعالیٰ نے بَارَکْنَا حَوْلَہٗ فرمایا۔ اس لئے کہ اردگرد برکتیں ہیں۔ اس کے اندر تو یقیناً عظیم و جلیل برکتیں ہوں گی۔ خلاصہ یہ کہ فیہ فرمانے سے اندر کی برکتیں ثابت ہو جاتیں۔ لیکن اردگرد ان کا ثبوت نہ ہوتا۔ اور حولہٗ فرمانے سے اس کے اندر اور باہر سب جگہ برکتیں ثابت ہو گئیں۔

لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیَاتِنَا اِن آیات سے آسمانی آیات مراد ہیں۔ اور معنی یہ ہیں۔ تاکہ ہم انھیں آسمانوں پر لے جا کر وہاں کی عجیب و غریب نشانیاں دکھائیں۔ روح المعانی میں اسی آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں۔ ای لنرفعہ الی السماء حتی یریٰ مایریٰ من العجائب العظیمۃ یعنی تاکہ ہم انہیں آسمانوں کی طرف اٹھائیں۔

Marfat.com

یہاں تک کہ وہ دیکھنے کے قابل عجیب و غریب نشانیاں دیکھیں۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اسراء اور معراج دونوں کا بیان ہے

لفظ مِن کی تشریح لفظ مِن سے یہ سمجھنا کہ حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض آیتیں دکھائی گئیں اور بعض نہیں دکھائی گئیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام آیات کا علم نہ ہوا کسی طرح صحیح نہیں۔ اس لئے کہ آیات مختلف قسم کی تھیں۔ بعض کا تعلق دیکھنے سے تھا۔ اور بعض ایسی تھیں جن کا تعلق سننے، سمجھنے اور چکھنے سے تھا جیسے صریف اقلام کا سننا۔ اور دودھ کا چکھنا وغیرہ۔ اگر مِن تبعیضیہ ہو تو اس کی وجہ سے کل آیات کا بعض مراد ہوں گی، اور ظاہر ہے۔ کہ جو آئتیں دیکھنے کے قابل ہیں وہ کل آیات کا بعض ہی ہیں۔ اس لئے آیت کے معنی یہ ہونگے۔ کہ کل آیات میں سے جو آئتیں دیکھنے کے قابل تھیں وہ سب ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانے کیلئے آسمانوں پر بلند فرمایا۔ اس صورت میں بعض آیات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی ثابت نہ ہوئی۔

اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ بے شک وہی سننے والا ہے بعض مفسرین نے اِنَّہٗ کی ضمیر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کی۔ اور بعض نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو راجع کیا۔ جیسا کہ علامہ زرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے امام سُبکی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل فرمایا (زرقانی شریف جلد ۳ صفحہ ۱۲۴) اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے۔ کہ یہ ضمیر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو تب بھی جائز ہے۔ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو راجع کیا جائے تب بھی درست ہے (دیکھئے روح المعانی پ ۱۵ صفحہ ۱۳)

Marfat.com

معراج جسمانی کے متعلق اختلاف اقوال بعض کا قول ہے۔ کہ معراج روحانی طور پر خواب میں ہوئی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ معراج کئی دفعہ ہوئی۔ ایک دفعہ بیداری میں ہوئی اور دیگر اوقات میں بحالتِ خواب۔ بعض کہتے ہیں کہ معراج مکہ مکرمہ میں ہوئی اور بعض کے نزدیک مدینہ میں۔ بعض کہتے ہیں کہ اسراء جسمانی ہے۔ اور معراج روحانی۔ لیکن جمہور علمائے صحابہ تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد محدثین و فقہاء اور متکلمین سب کا مذہب یہ ہے۔ کہ اسراء اور معراج دونوں بحالتِ بیداری اور جسمانی ہیں اور یہی حق ہے۔ اور عارفین کا قول ہے۔ کہ اسراء اور معراج بہت مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرائی گئیں۔ بعض نے چونتیس کا عدد بھی لکھا ہے۔ مگر وہ سب خواب میں روحانی طور پر واقع ہوئیں۔ بجز ایک مرتبہ کے۔ جیسا کہ جمہورِ امت کا مذہب ہے۔

ایک سوال کا جواب اگر سوال کیا جائے۔ کہ جب اسراء اور معراج دونوں جسمانی ہیں۔ اور بحالتِ بیداری ان کا تحقق ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ شریف سے مسجدِ اقصیٰ تک لیجانے کے ذکر پر کیوں اکتفا فرمایا۔ اسراء کے ساتھ آسمانی معراج کا بیان نہ کرنے میں کیا حکمت ہے؟ تو جواباً عرض کیا جائے گا کہ آیت کریمہ میں مسجدِ اقصیٰ کے ذکر کی تخصیص اس لئے ہے۔ کہ کفار قریش نے مسجد اقصیٰ دیکھی ہوئی تھی۔ اور انھیں اس کے متعلق معلومات حاصل تھیں۔ اسلئے انھوں نے واقعہ معراج کا انکار کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی علامات وغیرہ دریافت کیں۔ اور بڑی شدت کے ساتھ جھگڑا اور اختلاف کیا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے ان کو مسکت جوابات دیئے۔ اور مسجد اقصیٰ کی تمام علامتیں اور نشانیاں جو کفا
قریش نے دریافت کی تھیں۔ بلاکم و کاست بیان فرمادیں۔ اور نہایت خوبی کے ساتھ ان
پر حجت قائم فرمادی۔ جس کے بعد ان کے لئے مجال انکار باقی نہ رہی اور اس طرح
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسراء اور معراج کی صداقت پر ایک عظیم الشان دلیل قائم
کی گئی۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ مسجد اقصیٰ کا ذکر فرمایا۔ اگر ادنیٰ تامّل
سے کام لیا جائے۔ تو قرآن کریم میں واقعہ معراج کی صداقت پر جو لاجواب دلیل قائم کی
گئی ہے۔ وہ مسجد اقصیٰ کا ذکر ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو مشرکین مکہ کے ذہن میں مسجد
اقصیٰ کی تمام علامتیں محفوظ تھیں اور دوسری طرف انھیں اس بات کا یقین تھا
کہ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کبھی نہیں دیکھی۔ جب انھوں نے سنا
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ جانے اور معراج فرمانے کا حال بیان فرما رہے ہیں
تو انھوں نے سوچا کہ اس سے بہتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا موقع ہاتھ
نہیں آسکتا۔ آسمان وغیرہ تو ہمارے دیکھے ہوئے نہیں جن کی علامتیں اور نشانیاں
ہم ان سے دریافت کریں لیکن مسجد اقصیٰ کا نقشہ تو ہمارے ذہن میں محفوظ ہے۔ چلو
اسی کی بابت ان سے سوالات کریں۔ جب ہماری دریافت کی نشانیاں وہ نہ بتا سکیں
تو (معاذ اللہ) ان کا دعویٰ خود بخود جھوٹا ہو جائے گا۔ لیکن معاملہ اسکے برعکس ہوا کہ
قریش نے مسجد اقصیٰ کی جو نشانیاں پوچھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیک ٹھیک
بیان فرمادیں۔ جس کو سن کر اپنے دل میں انھیں قائل ہونا پڑا کہ واقعی یہ اپنے دعوے

Marfat.com

میں سچے ہیں۔ مسجد اقصیٰ تک جانے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا ہونا ثابت ہو گیا تو آسمانوں کی معراج بھی سچی ثابت ہو گئی اس لئے کہ جس طرح آسمانوں پر جانا محال ہے۔ بالکل اسی طرح رات کے تھوڑے سے حصہ میں مکہ سے مسجد اقصیٰ جا کر واپس آجانا بھی محال ہے۔ جب یہ جانا اور آنا محال نہ رہا تو آسمان پر جا کر واپس آنا ان کے لئے کیونکر محال رہ سکتا ہے؟

اس مختصر بیان سے واضح ہو گیا۔ کہ مسجد اقصیٰ کا ذکر صداقت معراج کی دلیل اس لئے بن گیا۔ کہ منکرین نے مسجدِ اقصیٰ دیکھی ہوئی تھی۔ اب اگر مسجدِ اقصیٰ کی طرح آسمانوں کا ذکر بھی تفصیل سے کر دیا جاتا۔ تو وہ اس عظیم الشان خارق عادت واقعۂ معراج کی سچائی کے لئے دلیل نہیں بن سکتا تھا! کیونکہ منکرین نے کبھی آسمان نہیں دیکھے تھے۔ نہ ان کے ذہن میں وہاں کی کسی چیز کا کوئی تصور تھا۔ اسلئے وہ اگر آسمانوں کی بابت کوئی نشانی دریافت کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بتا دیتے تو ان کے خالی الذہن ہونے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کا بتانا ان کے حق میں بے فائدہ رہتا۔ اور واقعۂ معراج کی تصدیق کیلئے کوئی دلیل قائم نہ ہوتی!

اس حکمت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آسمانی معراج کا ذکر تفصیل کے ساتھ نہیں فرمایا بلکہ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا میں اجمال کے ساتھ اسے بیان فرما دیا: تاکہ مسجد اقصیٰ کی طرف حضور کا لے جانا۔ ان کو آسمانوں پر لیجا کر وہاں کی آیات دکھانے پر دلیل قائم ہو جائے خلاصۃ الکلام یہ کہ آیۂ کریمہ میں اسراء کا بیان مفصل ہے۔ اور معراج کا ذکر مجمل اور

مفصل مجمل کی دلیل ہے۔ آیۂ کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تمام سفر مبارک کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ اس کے تین مرحلے الگ الگ نظر آتے ہیں۔

پہلا مرحلہ مسجدِ حرام سے شروع ہو کر مسجد اقصیٰ پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرے مرحلہ کا بیان۔ نُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا میں وارد ہے اور تیسرے مرحلہ کا بیان اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ میں موجود ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے چلکر مسجد اقصیٰ پہنچے۔ اور مسجد اقصیٰ سے آسمانوں پر جلوہ گر ہوتے ہوئے عرشِ الٰہی تک تشریف لے گئے۔ پھر عرشِ الٰہی سے اِلٰی حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ (جہاں تک اللہ نے چاہا) جلوہ افگن ہوئے۔ اور زمان و مکاں بلکہ عالم امکان کی قیود سے بالاتر ہو کر اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے مشرف ہوئے۔ اور اپنے رب کا جمال اپنے سرِ اقدس کی آنکھوں سے بے حجاب دیکھا۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سے لیکر الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ تک اسریٰ کا تفصیلی بیان اور لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا میں تمام آسمانی سفر کا اجمالی ذکر ہے۔ اور اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ میں اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص اس کا کلام سُننے اور جمال دیکھنے کا بیان ہے

مراحل ثلاثہ میں باریک اور لطیف فرق | مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک دنیائے جسمانیات اور عالم شہادت ہے اور مسجد اقصیٰ سے اوپر آسمانوں اور عرش کا عالمِ روحانی، نورانی اور مجرد لطیف کائنات ہے۔ اس کے بعد فوق العرش اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس ہے۔ جس میں کسی کائنات مخلوق کا شائبہ تک متصور نہیں بلکہ

Marfat.com

زمان و مکاں سے بالاتر، اللہ تعالیٰ کے جلوہ ہائے عظمت و جلال کے ظہور کا وہ عالم ہے۔ جسے عالم کہنا بھی صرف مجاز ہے۔ حقیقت میں وہ عالم و عالمیات سے کہیں اعلیٰ اور برتر و بالا ہے کیونکہ زمان و مکان کی حدود میں جمالِ لوہیت کا ظہورِ اتم مقید نہیں ہو سکتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا تینوں مرحلوں سے تعلق ان تینوں مرحلوں سے حضور نبی کریم کی ذاتِ گرامی کا ربط اور تعلق یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین شانیں ہیں۔ (۱) بشریت: جس کو عالم جسمانیات سے ربط ہے۔ (۲) ملکیت اور روحانیت: جسے عالمِ انوار اور حقائق مجرداتِ قدسیہ سے تعلق ہے۔ (۳) محمدیت: یعنی حق تعالیٰ کی ذات وصفات اور حُسن وجمال کا مظہر اتم ہونا۔ جسے بارگاہِ قدس اور حضرتِ جمال الوہیت سے گہرا تعلق ہے۔

سفرِ معراج کے تینوں مرحلوں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں شانوں کا تعلق اور باہمی مناسبت کو ذہن نشین کر لینے کے بعد آیت کریمہ کی روشنی میں فلسفۂ معراج نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ سکتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ معراج کا مقصد حضور سیّدِ عالم کا اپنی شایانِ شان بلند اور اونچے مراتب پر پہنچنا ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مذکورہ شانیں ایسی ہیں۔ کہ تمام کمالاتِ محمدی ان ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ہر کمالِ مصطفوی کا سرچشمہ یہی تین شانیں ہیں۔ لہٰذا ان میں سے ہر ایک کا اپنے عروج پر پہنچنا تکمیل معراج کے لئے ضروری ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت، نورانیت و مظہریت سب کا

Marfat.com

عروج ضروری ہوا یہ امر واضح ہے کہ ہر چیز کا عروج اسی عالم میں متصور ہے۔ جس عالم سے اس چیز کا تعلق پایا جاتا ہے۔ اس لئے بشریت کا معراج عالمِ بشریت میں ہوگا۔ اور نورانیت و روحانیت کا معراج عالمِ ارواح و عالمِ انوار میں اور اسی طرح حقیقتِ محمدیہ یعنی مظہریتِ حق کا معراج بارگاہِ حق تعالیٰ میں ہوگا۔

آیتِ کریمہ کے مضمون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج مبارک بالکل اسی شان سے واقع ہوئی۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے چلکر مسجدِ اقصیٰ پہنچے۔ جہاں تمام انبیاءٔ علیہم السلام نے حضور علیہ السلام کی اقتداء کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے امام بنے۔ مسجدِ اقصیٰ عالمِ اجسام میں ہے اور اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریتِ مطہرہ کو یہ عروج حاصل ہوا۔ کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت مقدسہ کے پیچھے اقتدا کی۔ بشریتِ مصطفویہ کا مسجدِ اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کا مقتدا ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا معراج ہے۔ اِس حیثیت سے کہ عالمِ بشریت میں انسانیت اور بشریت کا کمال رکھنے والے یعنی حضراتِ انبیاءٔ علیہم السلام پیچھے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت آگے ہے۔ اس کے بعد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد اقصیٰ سے آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ اور ساتوں آسمانوں سے گزر کر سدرۃ المنتہیٰ پہنچے۔ یہ وہ مقام ہے۔ کہ جہاں سے اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے فرشتے بھی آگے نہیں جاسکتے۔ آسمانِ اوّل سے

58554

Marfat.com

لیکر سدرہ تک تمام روحانی اور نورانی افراد یعنی ملائکہ کرام پیچھے رہ گئے۔ حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام بھی وہاں سے آگے نہ بڑھ سکے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کو پیچھے چھوڑ کر سدرۃ المنتہا سے آگے تشریف لے گئے اور حضور علیہ السلام کا سدرہ سے آگے تشریف لے جانا حضور علیہ السلام کی حقیقتِ ملکیہ اور آپ کی نورانیت و روحانیت کا چمکتا ہوا معراج تھا۔ اس حیثیت سے کہ عالم ملائکہ میں حضور علیہ السلام کی نورانیت و روحانیت درحقیقت ملکیت کی معراج ہے۔

پھر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا زمان و مکان کی قیود سے بلند و بالا ہو کر فوق العرش پہنچ کر بارگاہِ حق تعالیٰ جل مجدہ میں حاضر ہونا اور ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے مراتبِ عالیہ پر فائز ہونا اور سرِ اقدس کی آنکھوں سے بے حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت محمدیہ اور صورت حقیہ کی معراج ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ عرشِ عظیم جو تجلیات حسنِ حقیقی کی بلند ترین جلوہ گاہ ہے۔ اسی طرح پیچھے رہ گیا۔ جس طرح مسجد اقصیٰ میں کمال انسانیت رکھنے والے انبیاء علیہم السلام پیچھے رہ گئے تھے۔ اور سدرۃ المنتہی پر کمال ملکیت و نورانیت رکھنے والے ملائکہ مقربین پیچھے رہ گئے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے آگے تشریف لے گئے تھے۔ بالکل اسی طرح حسنِ الوہیت کی بلند ترین جلوہ گاہ عرشِ عظیم بھی پیچھے رہ گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمان و مکاں اور تحت و فوق کو پیچھے چھوڑ کر ایسے عالم میں جسے عالم کہنا درحقیقت مجاز ہے۔ اپنی حقیقت

Marfat.com

محمدیہ اور صورۃ حقیہ کے ساتھ اس عرش عظیم کی بلندی سے بلند ہو کر اس ذاتِ بے الا صفات کے ساتھ واصل ہوئے۔ جس کے حسن ذات وصفات کا مظہرِ اتم تھے۔ اس کا کلام سنا اور اس کا جمال دیکھا۔ نہ ان کی بات سننے اور انھیں دیکھنے والا رب کے سوا کوئی اور تھا۔ نہ رب کا کلام سننے والا اور اسے دیکھنے والا ان کے سوا کوئی دوسرا تھا۔ حضور علیہ السلام رب کے سمیع و بصیر تھے۔ اور رب کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سمیع و بصیر تھا۔

فوائد الفواد ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک حوالہ تو اس سے قبل عرض کر چکا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک اسراء ہے۔ اور وہاں سے آسمانوں تک معراج اور آسمانوں سے قاب قوسین تک اعراج ہے۔ یہ ملفوظ مبارک بھی فقیر کے بیان سابق پر بلا تاویل واضح اور روشن دلالت کر رہا ہے۔ دوسرے حوالہ کی فارسی عبارت کا اردو خلاصہ حسب ذیل ہے

"کسی خادم نے عرض کیا۔ حضور! لوگ کہتے ہیں کہ قلب کو بھی معراج ہوئی ہوگی اور قالب کو بھی، اور روح کو بھی، ہر ایک کو کس طرح معراج ہوئی ہوگی! حضور خواجہ غریب نواز نے جواب میں یہ مصرع پڑھا۔

ع ۔ تظن خیرا ولا تسئل عن الخبر

"یعنی گمان خیر رکھ اور خیر کی بابت تحقیق نہ کر۔" (فوائد الفواد جلد ۴ ص ۲۰۵)

مطلب یہ ہے کہ یہ معاملہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین راز ہے

Marfat.com

جس کو مان لو اور اس کی ماہیت و کیفیت کے پیچھے نہ پڑو۔ اس مضمون سے بھی فقیر کے بیان پر اس طرح روشنی پڑتی ہے۔ کہ:

قالبِ بشریت ہے۔ روح، ملکیت اور قلب، مظہریتِ حق۔ تینوں کو معراج ہوئی۔ یہ اجمال ہے۔ اس کی تفصیل وہ تھی جو فقیر وضاحت کے ساتھ بیان کر چکا ہے مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ملکیت اور مظہریت تینوں کو معراج کرائی۔

بشریت اس عالم کی چیز ہے۔ اس کی معراج یہاں یعنی مسجد اقصیٰ میں ہوئی ملکیت و نورانیت عالم سموات سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی معراج آسمانوں پر ہوئی مظہریت حقیقہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق ہے۔ اس لئے اسکی معراج فوق العرش لامکاں میں ہوئی۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار حضور علیہ السلام کو ہوا۔ بشریت کی معراج اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا میں تفصیلاً مذکور ہے۔ اور آسمانی معراج لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا میں اجمالاً مذکور ہے۔ اور معراج فوق العرش قربِ ایزدی و دیدارِ الٰہی کا ذکر اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ میں ہے۔

معلوم ہوا کہ سفر معراج کے تین حصے صرف اس لئے ہیں۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صفتیں ہیں۔ ہر صفت کی معراج کا مستقل ذکر ہے۔ ہمارے اس بیان سے کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کو جب معراج ہوئی تھی تو اس وقت روح مبارک نہ تھی یا جس وقت حضور علیہ السلام کی

Marfat.com

حقیقتِ ملکیہ کی معراج آسمانوں پر ہوئی۔ تو اس وقت جسمانیتِ مطہرہ ساتھ نہ تھی اسی طرح جب حضور علیہ السلام کی مظہریت مطہرہ کو معراج ہوئی تھی تو روحِ اقدس یا جسم مبارک اس وقت موجود نہ تھا۔ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان تمام مراحل میں جسم اقدس اور روح مبارک کے ساتھ جلوہ گر تھے۔ جب مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے تو جسم اقدس کے ساتھ روح مبارک بھی تھی۔ اور جب مسجدِ اقصیٰ سے آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لے گئے تو اس وقت بھی روحِ مبارک بدن اقدس میں جلوہ گر تھی۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ اس عالمِ ناسوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریتِ مطہرہ بالفعل تھی اور ملکیتِ مقدسہ بالقوۃ۔ جب حضور علیہ السلام جسم و روح اقدس کے ساتھ عالمِ ملائکہ میں پہنچے۔ تو اس وقت حضور علیہ السلام کی بشریت بالقوۃ اور ملکیت بالفعل ہوگئی تھی۔ اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام دَنیٰ فَتَدَلّٰی پر جلوہ گر ہوئے تو بشریت و ملکیت دونوں بالقوۃ ہوگئیں۔ اور کمال مظہریت قوت سے فعل کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آدمی جب کسی پر غضبناک ہوتا ہے۔ تو اس میں رحم کی صفت بھی موجود ہوتی ہے۔ بولنے کے وقت خاموش ہونے کی اور خاموشی کے وقت بولنے کی طاقت انسان میں موجود ہوتی ہے۔ حرکت کے وقت سکون کی اور سکون کے وقت حرکت کی قوت انسان میں پائی جاتی ہے۔

اسی طرح بشریت کے معراج کے وقت حضور علیہ السلام کی ملکیت و مظہریت موجود تھی۔ اور حقیقتِ ملکیہ کے وقت بشریت اور مظہریت دونوں صفتیں

Marfat.com

بحال تھیں۔ پھر حقیقتِ مظہریت کی معراج ہوئی تو بشریت اور ملکیت دونوں بدستور تھیں۔ ان تینوں میں سے ہر ایک کی معراج کے وقت اسی حقیقت کا غلبہ تھا۔ مسجد اقصیٰ میں بشریت اور آسمانوں میں ملکیت و روحانیت اور عرش پر حقیقت مظہریت کو اللہ تعالیٰ نے غالب فرما دیا تھا۔

حدیثِ معراج

(بنظرِ اختصار صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے)

انس بن مالک حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے اس رات کی کیفیت بیان فرمائی۔ جس میں آپ کو معراج ہوئی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں حطیم کعبہ میں تھا۔ یکایک میرے پاس ایک آنے والا آیا۔ اور اس نے میرا سینہ یہاں سے لیکر یہاں تک چاک کیا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے جاود سے پوچھا وہ میرے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ یہاں سے یہاں تک کا کیا مطلب ہے۔ انھوں نے بتایا۔ کہ حلقوم شریف سے لیکر ناف مبارک تک حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ پھر اس آنیوالے نے میرا سینہ چاک کرنے کے بعد میرا دل نکالا۔ پھر میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا۔ جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا۔ اس کے بعد میرا دل دھویا گیا۔ پھر وہ ایمان و حکمت سے لبریز ہو گیا اس قلب کو سینۂ اقدس میں اس کی جگہ پر رکھدیا گیا۔ اس کے بعد میرے پاس ایک جانور سواری کیلئے

Marfat.com

لایا گیا۔ جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا تھا۔ (جارود نے حضرت انس سے پوچھا کہ اے ابو حمزہ کیا وہ براق تھا؟ حضرت انس نے فرمایا ہاں!) وہ اپنا قدم منتہائے نظر پر رکھتا تھا۔ میں اس پر سوار ہوا پھر جبریل مجھے لیکر چلے یہاں تک کہ ہم آسمانِ دنیا پر پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے اس کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا جبریل ہے۔ پھر آسمان کے فرشتوں نے پوچھا تمھارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا کہ وہ بلائے گئے ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں۔ کہا گیا انھیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو آدم علیہ السلام ملے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں آپ انہیں سلام کیجئے! میں نے سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا

ے مسلم شریف کی روایت میں آسمان پر جانے سے پہلے بیت المقدس تشریف لے جانے کا ذکر اس طرح وارد ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں براق پر سوار ہو کر بیت المقدس آیا۔ اور میں نے اپنی سواری کو اسی حلقے میں باندھ دیا۔ جس میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا۔ (مسلم شریف ص۹۱) اور مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے۔ کہ پھر نماز کا وقت آگیا۔ اور میں نے انبیاء علیہم السلام کی امامت کی۔ (مسلم شریف ص۹۶) اور مسلم شریف کی ایک اور روایت میں ہے۔ کہ بیت المقدس شریف جاتے ہوئے میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گذرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے"

Marfat.com

خوش آمدید ہو صالح بیٹے اور صالح نبی کو۔ پھر جبریل علیہ السلام (میرے ہمراہ) اوپر چڑھے۔ یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے۔ اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبریل۔ دریافت کیا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر پوچھا گیا کہ وہ بلائے گئے ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ اس (دوسرے آسمان کے دربان) نے کہا خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔ پھر جب میں وہاں پہنچا تو یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ملے۔ اور وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں۔ آپ انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا۔ ان دونوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جبریل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے۔ اور اس کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبریل۔ دریافت کیا گیا تمھارے ساتھ کون ہے۔ انھوں نے بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر دریافت کیا گیا وہ بلائے گئے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں! اس کے جواب میں کہا گیا انھیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت ہی اچھا اور نہایت مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ پھر جب میں وہاں پہنچا تو یوسف علیہ السلام ملے جبریل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف ہیں۔ انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر انھوں نے کہا خوش آمدید ہو

Marfat.com

اخ صالح اور نبی صالح کو۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام چوتھے آسمان پر مجھے
لے گئے۔ اور اس کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبریل
پھر دریافت کیا گیا کہ تمھارے ہمراہ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ چوتھے
آسمان کے دربان نے کہا انھیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت ہی اچھا اور
نہایت مبارک ہے۔ اور دروازہ کھول دیا گیا۔ پھر جب میں وہاں پہنچا۔ تو ادریس
علیہ السلام ملے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس ہیں انھیں سلام کیجئے۔ میں نے
انھیں سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد کہا خوش آمدید ہو اخ صالح
اور نبی صالح کو۔ پھر جبریل علیہ السلام مجھے ساتھ لیکر اوپر چڑھے۔ یہاں تک کہ
پانچویں آسمان پر پہنچے۔ اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون؟
انھوں نے کہا جبریل۔ دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ پانچویں آسمان
کے دربان نے کہا انھیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے
پھر جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السلام ملے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ
ہارون ہیں۔ انھیں سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا
جواب دیا۔ پھر کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کیلئے۔ پھر جبریل علیہ السلام
مجھے اوپر چڑھا لے گئے۔ یہاں تک کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے۔ جبریل علیہ السلام

Marfat.com

نے اس کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبریل، دریافت کیا گیا تمھارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ انھوں نے کہا ہاں۔ اس فرشتے نے کہا انھیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے۔ میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام ملے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ ہیں۔ انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے۔ ان سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کیوں روتے ہیں تو انھوں نے کہا میں اسلئے روتا ہوں۔ کہ میرے بعد ایک مقدس لڑکا معبوث کیا گیا۔ جس کی اُمت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہونگے۔ پھر جبریل علیہ السلام مجھے ساتویں آسمان پر چڑھالے گئے۔ اور اس کا دروازہ کھولا! پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبریل۔ پوچھا گیا تمھارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ انھوں نے کہا ہاں۔ تو اس فرشتے نے کہا انھیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت اچھا اور نہایت مبارک ہے۔ پھر جب میں وہاں پہنچا۔ تو ابراہیم علیہ السلام ملے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا۔ کہ یہ آپکے باپ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انھیں سلام کیجئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا خوش آمدید ہو ابن صالح اور نبی صالح کو۔ پھر میں سدرۃ المنتہیٰ تک چڑھایا گیا۔ تو اُس درخت سدرۃ کے پھل

Marfat.com

مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے۔ اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہی ہے اور وہاں چار نہریں تھیں۔ دو پوشیدہ اور دو ظاہر۔ میں نے پوچھا اے جبریل یہ نہریں کیسی ہیں، انھوں نے کہا ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ تو جنت کی نہریں ہیں۔ اور جو ظاہر ہیں وہ نیل و فرات ہیں۔ پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا۔ اس کے بعد مجھے ایک برتن شراب کا اور ایک دودھ کا اور ایک برتن شہد کا دیا گیا۔ میں نے دودھ کو لے لیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہی فطرت (دین اسلام) ہے۔ آپ اور آپ کی امت اس پر قائم رہیں گے

لہ حضرت ابن عباس سیدنا کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے قول سدرۃ المنتہی کے معنی بیان فرمائیں۔ حضرت کعب احبار نے فرمایا کہ سدرۃ المنتہی عرش الٰہی کی جڑ میں ایک بیری کا درخت ہے۔ تمام عالم اور جملہ مقرب فرشتے نبی اور رسولوں کا علم اس پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے پیچھے ایسا غیب ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر ابن جریر پارہ ۲۷ صفحہ ۲۸ و تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۱۲۴) مقام سدرۃ المنتہی پر جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔ اور (بطور معذرت) عرض کیا۔ لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ (تفسیر نیشاپوری پارہ ۲۷ صفحہ ۳۲) اسی طرح روح البیان میں ہے کہ جبریل علیہ السلام جب سدرۃ المنتہی سے آگے نہ بڑھ سکے۔ تو یہی عرض کیا کہ حضور اگر میں انگلی کے ایک پورے کے برابر بھی بڑھوں تو جل کر خاکستر ہو جاؤں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سدرہ سے گذر کر عرش سے بلند ہو گئے اور جبریل علیہ السلام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقہور و مغلوب رہے جس سے ثابت ہوا کہ قوت نوریہ قوت ملکیت سے بہت زیادہ قوی ہے۔ (روح البیان جلد ۹ صفحہ ۲۶۷)

Marfat.com

اس کے بعد مجھ پر ہر روز پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ جب میں واپس لوٹا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی اُمت پچاس نمازیں روزانہ نہ پڑھ سکے گی۔ خدا کی قسم میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔ اور بنی اسرائیل کے ساتھ میں نے سخت برتاؤ کیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنے رب کے پاس لوٹ جائیے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ چنانچہ میں لوٹا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دس نمازیں معاف کر دیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انھوں نے پھر وہی کہا میں دوبارہ واپس گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دس نمازیں پھر معاف کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انھوں نے پھر اسی طرح کہا۔ میں پھر خدا کے پاس واپس گیا تو مجھے ہر روز پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا۔ تو انھوں نے پوچھا۔ کہ آپ کو کیا حکم ملا۔ میں نے کہا روزانہ پانچ نمازوں کا حکم ملا ہے۔ انھوں نے کہا کہ آپ کی اُمّت پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکے گی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کیا ہے۔ اور بنی اسرائیل سے سخت برتاؤ کر چکا ہوں۔ لہٰذا آپ پھر اپنے رب کی بارگاہ میں جائیے۔ اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے حضور نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے رب تعالیٰ سے کئی مرتبہ درخواست کی۔ مجھے شرم آتی ہے۔ لہٰذا اب میں راضی ہوں۔ اور اپنے رب کے حکم کو تسلیم

Marfat.com

کرتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں آگے بڑھا۔ ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ میں نے اپنا حکم جاری کر دیا۔ اور اپنے بندوں سے تخفیف فرمادی۔ (بخاری شریف جلد اوّل صفہ ۵۴۸)

بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایسا قرب مذکور ہے جسے قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی سے تعبیر فرمایا گیا۔ حدیث شریف کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

حَتّٰی جَآءَ سِدْرَۃَ الْمُنْتَھٰی دَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّۃِ فَتَدَلّٰی حَتّٰی کَانَ مِنْہُ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ (بخاری شریف جلد ثانی صفہ ۱۱۲)

یعنی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس سے بھی زیادہ قرب طلب فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو کمانوں کی مقدار یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گیا۔

(عینی جلد ۲۵ صفہ ۱۷) اور اللہ تعالیٰ کا جمالِ مبارک سر اقدس کی آنکھوں سے دیکھا۔ (فتح الباری جلد ۱۳ صفہ ۱۷۱ عینی۔ نبراس، شرح عقائد)

آسمانی معراج کہاں تک ہوئی۔ اس میں علماء اہل سنّت کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا قول ہے۔ کہ سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الماویٰ تک حضور

Marfat.com

علیہ السلام تشریف لے گئے۔ بعض نے کہا عرش تک حضور کو معراج ہوئی۔ اور ایک قول ہے۔ کہ حضور علیہ السلام فوق العرش تشریف لے گئے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طرفِ عالم تک تشریف لے گئے۔ یعنی عالمِ اجسام کی وہ انتہا جس کے پیچھے کچھ نہیں۔ نہ ہوا۔ نہ زمان و مکان، بلکہ عدم محض ہے۔ (شرح عقائد النسفی، نبراس)

اسرا یعنی مسجد حرام سے بیت المقدس تک تشریف لے جانا قطعی اور یقینی ہے۔ جس کا منکر مسلمان نہیں اور زمین سے آسمان کی طرف معراج ہونا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔ اس کا منکر فاسق اور ضال و مضل ہے۔ پھر آسمانوں سے جنت کی طرف اور عرش یا عرش کے علاوہ فوق العرش تک یا لامکاں تک اخبار احاد سے ثابت ہے۔ جس کا منکر سخت آثم اور گنہگار ہے۔

(شرح عقائد۔ نبراس صفحہ ۴۷۴)

وَلِذَا اخْتُلِفَ فِی الْاِنْتِهَاءِ فَقِیْلَ اِلَی الْجَنَّۃِ وَقِیْلَ اِلَی الْعَرْشِ وَقِیْلَ اِلٰی مَا فَوْقَہٗ وَھُوَ مَقَامُ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۳۶)

ترجمہ:- اسی وجہ سے اختلاف ہوا۔ کہ معراج کہاں تک ہوئی۔ ایک قول میں ہے عرش تک۔ اور ایک قول میں وارد ہے کہ فوق العرش حضور تشریف لے گئے۔ اور وہ مقام ہے۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ (وَجَاوَزَ السَّبْعَ الطِّبَاقَ) وَھِیَ السَّمٰوٰتُ اَیْ جَاوَزَ سِدْرَۃَ

المنتہٰی وَوَصَلَ اِلیٰ مَحَلٍّ مِّنَ الْقُرْبِ سَبَقَ بِہٖ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ)
اِذْلَمْ یَصِلْ اِلَیْہِ نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ وَّلَا مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ۔ (زرقانی جلد ۶ صفہ ۱۰۱)

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ سے گذر گئے۔ اور ایسے مقامِ قرب تک پہنچے کہ اوّلین و آخرین سب پر سبقت لے گئے۔ کیونکہ جہاں حضور علیہ السلام پہنچے وہاں نہ کوئی نبی پہنچا نہ رسول نہ کوئی مقرب فرشتہ۔

(وَدُنُوُّ الرَّبِّ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ وَتَدَلِّیْہِ عَلیٰ مَا فِیْ حَدِیْثِ شَرِیْکٍ عَنْ اَنَسٍ (کَانَ فَوْقَ الْعَرْشِ لَا اِلَی الْاَرْضِ) (زرقانی جلد ۶ صفہ ۹۹)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کا (اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے) قریب ہونا اور زیادتی قرب کا طلب فرمانا عرش کے اوپر تھا زمین پر نہیں تھا۔

قائلینِ معراجِ منامی کے شبہات اور ان کا جواب | جو لوگ معراجِ جسمانی کے منکر اور منامی کے قائل ہیں۔ ان کے شبہات مع جوابات حسبِ ذیل ہیں۔

پہلا شبہ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ ٥ (اور نہیں کیا ہم نے اس رؤیا کو جو آپ کو دکھائی (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن آزمائش لوگوں کے لئے) بعض مفسرین نے اس آیہ کریمہ کو معراج پر محمول کیا ہے۔ لہٰذا معراج منامی ہوئی۔ کیونکہ

Marfat.com

"رؤیا" عربی زبان میں خواب کو کہتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مفسرین کی ایک جماعت نے حدیبیہ یا بدر کی رؤیا پر حمل فرمایا ہے۔ اس لئے اسے واقعہ معراج پر محمول کرنا حتمی اور یقینی امر نہ رہا۔ علاوہ ازیں لفظ رؤیا رؤیتِ بصری کے معنی میں بھی آتا ہے خصوصاً رات میں جسمانی آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں یہ لفظ اکثر استعمال ہوتا ہے۔ دیکھئے۔ دیوان متنبیؔ میں ہے ؎

مَضَی اللَّیْلُ وَالْفَضْلُ الَّذِیْ لَکَ لَا یَمْضِیْ
وَرُؤْیَاكَ اَحْلٰی فِی الْعُیُوْنِ مِنَ الْغَمْضِ
(دیوان متنبی ص ۱۸۸)

ترجمہ:۔ رات ختم ہوگئی اور تیرا فضل ختم ہونے والا نہیں۔ اور تیرا دیدارِ جمال آنکھوں میں نیند سے زیادہ میٹھا ہے۔

اس شعر میں لفظ "رؤیا" رؤیتِ بصری کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اسی آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

هِیَ رُؤْیَا عَیْنٍ اُرِیَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ اِلٰی بَیْتِ الْمَقْدِسِ۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۵۵)

کرمانی نے اس حدیث پر کہا "رویا عین" قَیَّدَ بِهَا لِلْاِشْعَارِ بِاَنَّ رُؤْیَا بِمَعْنَی الرُّؤْیَةِ فِی الْیَقْظَةِ لَا رُؤْیَا النَّائِمِ (۲ک حاشیہ ص ۵)

Marfat.com

ترجمہ: رُؤیا کو عین کے ساتھ یہ ظاہر کرنے کے لئے مقید فرمایا۔ کہ لفظ "رؤیا" یہاں بحالتِ بیداری دیکھنے کے معنی میں ہے۔ سونے والے کی خواب کے معنی میں نہیں۔

دوسرا شبہ

بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث وارد ہے۔ جس میں حضرت انس نے تمام واقعۂ معراج بیان کرنے کے بعد فرمایا فَاسْتَقَيْظَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ مسجدِ حرام میں تھے۔ بعض روایات میں بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ وارد ہے بعض احادیث میں وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ آیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں بَيْنَا اَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ، ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ خواب معراج ہوئی۔

اس کا جواب امام ابنِ حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور امام بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں دیا ہے۔ ہم اسے نقل کئے دیتے ہیں۔

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کے تحت فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا قَوْلُهٗ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَاِنْ

Marfat.com

حُمِلَ عَلٰی ظَاهِرِہٖ جَازَ اَنْ یَّکُوْنَ نَامَ بَعْدَ اَنْ هَبَطَ مِنَ السَّمَاءِ
فَاسْتَیْقَظَ وَهُوَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَجَازَ اَنْ یُّؤَوَّلَ قَوْلُہٗ اِسْتَیْقَظَ اَیْ
اَفَاقَ مِمَّا کَانَ فِیْہِ فَاِنَّہٗ کَانَ اِذَا اُوْحِیَ اِلَیْہِ یَسْتَغْرِقُ فِیْہِ فَاِذَا انْتَهٰی
رَجَعَ اِلٰی حَالَتِہِ الْاُوْلٰی فَکَنّٰی عَنْہُ بِالْاِسْتِیْقَاظِ انتهی (فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۴۱۱)

ترجمہ:۔ اس کا اقل، راوی کا یہ قول ہے کہ پھر حضور علیہ السلام بیدار ہوئے۔ تو آپ مسجدِ حرام میں تھے۔ اس قول کو ظاہر پر بھی حمل کرنا جائز ہے۔ اور اس کی تاویل بھی کی جا سکتی ہے۔ ظاہر پر حمل کریں۔ تو یہ کہیں گے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے واپس تشریف لا کر مسجدِ حرام میں سو گئے۔ پھر جب بیدا ہوئے۔ تو مسجدِ حرام ہی میں تھے۔ اور اگر تاویل کریں تو اس کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج کے حال سے افاقہ ہوا۔ تو آپ مسجدِ حرام میں تھے۔ کیونکہ جب حضور علیہ السلام کو وحی ہوتی تھی۔ تو آپ اس میں مستغرق ہو جاتے تھے۔ جب وحی ختم ہوتی تو حضور علیہ السلام کو حالتِ استغراق سے افاقہ ہو جاتا تھا۔ بالکل یہی کیفیت معراج کے وقت ہوئی۔ کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ استغراق کا حال طاری رہا جب حضور علیہ السلام مسجد حرام میں واپس تشریف لائے تو وہ حالت زائل ہوگئی اور حضور علیہ السلام پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے۔ راوی نے اِستَیقظ

Marfat.com

کہہ کر اسی سے کنایہ کیا ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۴۱۰)

امام ابنِ حجر نے آگے چلکر اسی بارہ میں امام قرطبی کا قول نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ بھی یہی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کا یہ بیدار ہونا۔ اس نیند سے ہے جو معراج سے واپس تشریف لاکر حضور نے فرمائی تھی۔ کیونکہ معراج تمام رات نہیں ہوئی۔ وہ تو بہت ہی قلیل ترین وقت میں واقع ہوئی تھی۔ اور حضور علیہ السلام معراج سے واپس تشریف لاکر مسجدِ حرام میں سو گئے۔ صبح اٹھے تو مسجد حرام ہی میں جلوہ گر تھے۔

نیز احتمال ہے۔ کہ استیقاظ بمعنی افاقہ ہو کیونکہ ملأ اعلےٰ اور آیاتِ کبریٰ کے مشاہدہ کا حال حضور علیہ السلام پر ایسا غالب تھا۔ کہ بشریت اور عالمِ اجسام کی طرف سے حضور علیہ السلام بالکل غیر متوجہ ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ مسجدِ حرام میں پہنچنے تک یہی حال رہا۔ جب مسجدِ حرام میں جلوہ گر ہوئے تو حالِ بشریت کی طرف رجوع فرمایا۔ اور حالتِ سابقہ سے افاقہ ہوا۔ اس افاقہ کو راوی نے اِسْتَیْقَظَ سے تعبیر کیا۔ اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملأ اعلےٰ اور آیاتِ کبریٰ کے حال سے افاقہ ہوا۔ تو حضور علیہ السلام مسجدِ حرام میں تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قولِ مبارک کہ میں سویا ہوا تھا۔ تو اس سے مراد شبِ معراج میں جبرئیل علیہ السلام کے آنے سے پہلے خوابِ استراحت

Marfat.com

فرماتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام کے آنے سے قبل سو رہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جگایا ایک اور روایت میں جو حضور علیہ السلام کا قول مبارک آیا ہے۔ کہ اَتَانَا بَیْنَ النَّائِمِ وَالْیَقْظَانِ اَتَانِی الْمَلَکُ میں سونے جاگنے کے درمیان تھا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو معراج کرانے کے لئے جس وقت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے تھے تو اس وقت حضور علیہ السلام کی نیند مبارک ایسی ہلکی اور خفیف تھی کہ جیسے سونے جاگنے کی درمیانی حالت سے تعبیر کیا جا سکتا تھا۔ جب جبریل علیہ السلام آئے تو انھوں نے اس خفیف نیند سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیدار کیا۔ اور اس کے بعد بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے۔

(فتح الباری جلد ۱۳ ص ۴۱۷ مطبوعہ مصر و عمدۃ القاری جلد ۲۵ ص ۱۷۳ مطبوعہ مصر طبع جدید)

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ تینوں میں سے ایک روایت بھی معراج منامی کی دلیل نہیں اور منکرین کا شبہ بالکل بے بنیاد ہے۔ وللہِ الحمد۔

تیسرا شبہ

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ مَا فَقَدْتُ جَسَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ۔ ترجمہ: معراج کی رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک گم نہیں کیا۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراجِ بعثت کے ایک یا ڈیڑھ یا پانچ سال بعد اسلام کے ابتدائی زمانہ میں ہوئی ہے۔ ان اقوال کے بموجب معراج مبارک ہجرت سے آٹھ سال یا ساڑھے گیارہ سال یا بارہ سال پہلے ہوئی۔ اور حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی مبارک ہجرت کے بعد ہوئی۔ جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی عمر شریف ۹ سال تھی۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں بربنائے بعض اقوال معراج کے وقت حضرتِ عائشہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔ اور اگر ان کی پیدائش مان بھی لی جائے۔ تو بہر نوع حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کا پایا جانا ہجرت کے بعد ہی ہے۔ پھر ان کا یہ فرمانا۔ کہ میں نے حضور علیہ السلام کا جسمِ مبارک معراج کی رات گم نہیں کیا۔ کیونکر متصوّر ہو سکتا ہے؟ رہا یہ شبہ کہ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث اِن الفاظ سے بھی مروی ہے۔ مَافُقِدَ جَسَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ محدثین کے نزدیک یہ روایت بلاشبہ غیر ثابت اور مبنی بر خطا ہے۔ خلاصہ یہ کہ مَافَقَدْتُ اور فُقِدَ دونوں روایتیں از روئے درایت و روایت صحیح نہیں۔ اس لئے اس سے معارضہ کرنا باطل ہے۔

اور اگر بر تقدیر تسلیم اس حدیث کے یہ معنی مراد لئے جائیں کہ

Marfat.com

ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا معراج مبارک کی سرعت اور اس کی قلیل ترین وقت میں ہونے کو بیان فرما رہی ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کا آنا جانا اس قدر تیزی اور سرعت کے ساتھ واقع ہوا کہ گویا جسم مبارک گم ہونے ہی نہیں پایا تو یہ معنی دیگر روایات کے مطابق ہو کر صحیح قرار پائینگے۔

چوتھا شبہ

یہ ہے کہ آیتِ قرآنیہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ سے بھی سمجھا جاتا ہے کہ معراج خواب میں ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جس کا ترجمہ نیند اور خواب کیا جائے۔ آیت کے معنی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک نے اس چیز کی تکذیب نہیں کی جسے چشم مبارک نے دیکھا۔ یعنی معراج کی رات حضور علیہ السلام نے اپنی چشم اقدس سے جو کچھ دیکھا اس میں حضور علیہ السلام کو کسی قسم کا وہم یا اشتباہ واقع نہیں ہوا۔ اور اس کی دلیل یہ آیت ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ (نہ کج ہوئی نگاہ نہ بہکی) لفظ بصر جسمانی نگاہ کے لئے آتا ہے۔ خواب میں دیکھنے کو بصر نہیں کہتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ قائلین معراج منامی کے تمام شبہات کا ازالہ ہو گیا۔

Marfat.com

نیچری اور مسئلہ معراج

معراج کا واقعہ درحقیقت ایمان کے لئے کسوٹی کا حکم رکھتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، علم و قدرت، عظمت و حکمت پر کامل ایمان رکھتا ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت، صداقت و کمالات کی دل سے تصدیق کرتا ہے۔ وہ واقعہ معراج یا اسی قسم کے خرق عادات امور کا کبھی انکار نہیں کرسکتا۔ جب کہ قرآن و حدیث میں اس کا صاف اور واضح بیان بھی موجود ہے۔ اور عہد رسالت سے لیکر ہر دور کے جمہور مسلمان اس کا بلا تاویل تسلیم کرتے چلے آئے ہیں

رہے وہ شکوک و شبہات جنھیں فلاسفہ کی اتباع میں نیچری پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ جسم طبعی مادی مرکب من العناصر کا عناصر کی حدود سے تجاوز کرنا اور آسمانوں پر صعود کرنا محال ہے۔ نیز آسمانوں میں خرق و التیام بھی ناممکن ہے۔ پھر زمان و مکان کے بغیر کسی جسم کا پایا جانا بھی از قبیل محالات ہے۔ نیز رات کے قلیل ترین حصہ میں آسمانوں کی سیر کر کے واپس آنا کسی طرح ممکن نہیں۔

اس قسم کے تمام شکوک و شبہات کا جواب یہ ہے۔ کہ ان تمام امور کے محال ہونے سے ان کی مراد محالِ عقلی ہے۔ یا عادی بر تقدیر اوّل

Marfat.com

آج تک استحالہ عقلیہ پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکی۔ جس قدر دلائل فلاسفہ کی طرف سے پیش ہوئے ہیں۔ ان سب کا مفاد استحالہ عادیہ ہے اور بس معلوم ہوا کہ یہ جملہ امور متنازعہ فیہا از قبیل محالاتِ عادیہ ہیں۔ اور محال عادی ممکن بالذات ہوتا ہے۔ اور ممکن بالذات حادث تحتِ قدرت ہے۔ لہٰذا یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت ثابت ہوئیں۔ اور معراج کرانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم عناصر سے آسمانوں پر لے جانا اور رات کے بہت تھوڑے حصے میں واپس لے آنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت و تصرف کا کرشمہ قرار پایا۔ جس پر فلاسفہ کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی فرمایا اور لے جانے کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی۔ تاکہ اعتراض کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

معراج شریف کا محال ہونا اس کے وقوع کی دلیل ہے میں تو یہ عرض کروں گا۔ کہ اگر فلاسفہ معراج شریف کے استحالہ پر دلائل قائم نہ کرتے تو ہمارا مدعا ثابت نہ ہوتا۔ اس لئے کہ ہم معراج کو حضور علیہ السلام کا معجزہ کہتے ہیں۔ اور معجزہ وہی ہے جس کا وقوع عادتاً محال ہو۔ اور منکرین کو عاجز کرنے کیلئے ضروری تھا کہ پہلے اس کے استحالہ عادیہ کو ثابت کیا جائے تاکہ قدرتِ ایزدی سے اس

Marfat.com

کا ظہور و وقوع معجزہ قرار پاسکے۔

اب ظاہر ہے۔ کہ یہ کام کسی مسلمان سے تو ممکن نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان رکھنے کے باوجود معراج کے محال ہونے پر دلیلیں قائم کرے۔ لہٰذا جس اللہ نے اپنی قدرت سے معراج جیسے محال کو ممکن نہیں بلکہ واقع کر دیا۔ اسی قادرِ مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے فلاسفہ جیسے ملحدین اور بے دین لوگوں سے اس کے استحالہ پر دلیلیں قائم کرا دیں تاکہ ادّعاء استحالہ کے بعد اس کا وقوع اس کے معجزہ ہونے کی دلیل قرار پاسکے۔ وَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ السَّامِیَہ۔

تعجب ہے کہ مادی ترقی کے اس دور میں بھی لوگوں کو مسئلہ معراج میں تردد ہے۔ جب کہ محض مادی اور برقی طاقت کے بل بوتے پر انسان مشرق و مغرب اور جنوب و شمال کے قلابے ملا رہا ہے۔ زمین سے آسمانوں کی طرف ہوائی جہازوں کی پرواز، راکٹوں کا ستاروں تک پہنچنے کا اِدّعا، چند منٹ میں ہزاروں میل مسافت طے کرنے کا زعم اور محض برقی طاقت سے۔ لیکن معراج کے معاملے میں اس حقیقت کو قطعاً نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قادرِ قیوم اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے ایسے روحانی، نورانی محبوب کو راتوں رات لے گیا۔ جس کی روحانیت کا مادہ پرست بھی انکار نہیں کرسکے۔ پھر براق پر لے گیا جو برق سے مشتق ہے

Marfat.com

برق بجلی کو کہتے ہیں جس بجلی کے بل بوتے پر انسان ضعیف البنیان آج منٹوں میں ہزاروں میل مسافت طے کرسکتا ہے۔ فضائے عالم کو چیر کر آسمانوں اور ستاروں کی طرف بلند پروازی کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ اگر باقی تمام امور سے قطع نظر کر کے صرف اسی برقی طاقت کو مدنظر رکھ لیا جائے تب بھی مسئلہ معراج میں کسی قسم کا خلجان باقی نہیں رہتا۔

باقی رہا آسمانوں کا خرق والتیام تو اس زمانہ میں لوگوں نے سرے سے آسمانوں ہی کا انکار کر دیا۔ تو خرق والتیام کی کہاں گنجائش رہی

ہمارے نزدیک تو آسمان ایسے اجسامِ لطیفہ ہیں جن میں خرق والتیام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ "قرآن اور آسمان" ملاحظہ کیجئے جس میں اجسام سماویہ کی لطافت پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

تصدیق صدیق جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کے سامنے واقعۂ معراج بیان فرمایا۔ تو انھوں نے (معاذ اللہ) تمسخر کیا اور ابوجہل نے قریشِ مکہ کو جمع کر کے مذاق اڑایا۔ ہر طرف آدمی دوڑائے اور زیادہ سے زیادہ آدمی جمع کر کے تکذیب و تمسخر کے لئے واقعۂ معراج سنایا گیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بلانے کے لئے آدمی بھیجے اور ان سے کہا کہ تمھارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ میں راتوں رات مکہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں پر پہنچا۔ اور تمام

Marfat.com

آسمانوں کی سیر کر کے واپس آگیا۔ کیا ان کی ایسی بات کو بھی آپ تصدیق کرینگے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ بعید چیزوں میں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ اگر انھوں نے فرمایا ہے تو اس کے حق ہونے میں کوئی شک نہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "حضور" میں نے بیت المقدس دیکھا ہوا ہے۔ حضور میرے سامنے اس کی صفت بیان فرمائیں۔ بیت المقدس منکشف ہوگیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ اقصیٰ کی در و دیوار، اس کی ہیئت و کیفیت وغیرہ امور بیان فرمائے۔ (مواہب اللدنیہ جلد ثانی)

کفارِ قریش جو تکذیب و تمسخر کے درپے تھے کہنے لگے کہ ہم نے آسمان تو دیکھے نہیں لیکن مسجدِ اقصیٰ دیکھی ہے۔ آپ ہمارے سامنے اس کی پوری ہیئت، نوعیت و کیفیت بیان فرمائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرمانے لگے تو اثنائے بیان میں، ایک انقباض کی سی حالت طاری ہوگئی اللہ تبارک تعالیٰ نے مسجدِ اقصیٰ کو حضور علیہ السلام کے سامنے "حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے قریب کھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھتے جاتے تھے اور بیان فرماتے جاتے تھے۔ اس مقام پر حضور علیہ السلام کے علم کا انکار کرنا غلط ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر علم نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فرما دیتے۔ کہ مجھے ہر بات کا علم نہیں۔ علاوہ ازیں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے سب کچھ بیان فرما چکے تھے۔ پھر علم نہ ہونے کے کیا معنی؟ باوجود علم کے بعض چیزوں کی طرف حضور علیہ السلام کا التفات نہ تھا۔ جس کی وجہ سے حضور علیہ السلام کو یہ کیفیت لاحق ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت اور کیفیت کو دور فرمانے کے لئے مسجد اقصیٰ حضور کے سامنے رکھ دی۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمالِ اعزاز و اکرام ثابت ہوتا ہے۔ کہ معمولی سی عدم توجہ کے باعث جو اضطرابی کیفیت لاحق ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ازالہ کے لئے خرق عادت کے طور پر اپنی قدرت کاملہ کو ظاہر فرمایا۔ اور جس طرح واقعۂ معراج معجزہ تھا بالکل اسی طرح اس کی دلیل میں بھی معجزہ ظاہر فرمایا۔ تاکہ اعجازی شان میں دعویٰ اور دلیل آپس میں مطابق ہو جائیں۔ اور اہل ایمان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ جو قادر قیوم حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پل جھپکنے سے پہلے بلقیس کا عظیم تخت لا سکتا ہے۔ وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجدِ اقصیٰ کو بھی حاضر کر سکتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ اس صورت میں فلسطین کے رہنے والوں نے مسجد اقصیٰ کو گم کیوں نہیں پایا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ خدا کی عظیم قدرت سے یہ بعید نہیں کہ ملکِ شام میں مسجد اقصیٰ دیکھنے والوں کے سامنے اس

Marfat.com

کی ایسی مثال قائم فرمائے جس کا دیکھنا مسجد اقصیٰ دیکھنے کے حکم میں ہو۔
وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز۔

جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مسجدِ اقصیٰ کے متعلق ہر سوال کا مسکت جواب دے چکے تو کفار قریش حیران ہوئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ حضور علیہ السلام نے کبھی مسجد اقصیٰ نہیں دیکھی۔ مجبوراً انھیں کہنا پڑا کہ مسجد اقصیٰ کے متعلق جو کچھ حضور نے فرمایا سب درست ہے لیکن اس خیال سے کہ شاید کسی سے سنکر بیان کر دیا ہو۔ کفارِ قریش کہنے لگے کہ مسجدِ اقصیٰ کا نقشہ تو آپ نے ٹھیک ٹھیک بیان فرما دیا۔ لیکن یہ بتائیے کہ مسجد اقصیٰ جاتے یا آتے ہوئے ہمارا قافلہ بھی آپ کو ملا ہے یا نہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں! (ایک شخص کا نام لیکر) ارشاد فرمایا۔ کہ بنی فلاں کے قافلہ پر مقام روحاء پر میں گذرا۔ ان کا ایک اونٹ گم گیا تھا۔ وہ اسے تلاش کر رہے تھے۔ اور ان کے پالان میں پانی کا بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا تھا۔ مجھے پیاس لگی تو میں نے پیالہ اٹھا کر اس کا پانی پی لیا پھر اس کی جگہ اس کو ویسے ہی رکھ دیا۔ جیسے وہ رکھا ہوا تھا۔ جب وہ لوگ آئیں تو ان سے دریافت کرنا کہ جب وہ اپنا گم شدہ اونٹ تلاش کر کے اپنے پالان کی طرف واپس آئے تھے تو کیا انھوں نے اس پیالہ میں پانی پایا تھا۔ یا نہیں؟ انھوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ یہ ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ پھر حضور علیہ السلام نے ایک شخص کا نام لیکر فرمایا۔ کہ میں

Marfat.com

بنی فلاں کے قافلہ پر بھی گزرا اور فلاں و فلاں (جنکا نام حضور علیہ السلام نے ذکر فرمایا لیکن راوی کو یاد نہیں رہا) دو آدمی مقامِ ذی طویٰ میں ایک اونٹ پر سوار تھے۔ ان کا اونٹ میری وجہ سے بدک کر بھاگا۔ اور وہ دونوں سوار گر پڑے۔ ان میں فلاں شخص کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ جب وہ آئیں تو ان دونوں سے یہ بات دریافت کرلیں۔ انھوں نے کہا اچھا یہ دوسری نشانی ہوئی پھر انھوں نے حضور علیہ السلام سے ایک قافلہ کی بابت معلوم کیا حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں اس قافلہ پر مقامِ تنعیم میں گزرا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ اس کی گنتی بتائیے۔ اور وہ قافلہ کیا چیز لاد کر لا رہا ہے۔ اس کی ہیئت کیا ہے۔ اور اس میں کون کون لوگ ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں! اس کی ہیئت ایسی اور ایسی ہے۔ اس قافلہ کے آگے ایک بھورے رنگ کا اونٹ ہے۔ اس پر دھاری دار دو بوریاں لدی ہوئی ہیں۔ اور وہ سورج نکلتے ہی مکہ میں پہنچ جائے گا۔ انھوں نے کہا یہ تیسری نشانی ہوئی۔ پھر وہ پہاڑ کی گھاٹی کی طرف دوڑے کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک چیز بیان کی ہے۔ وہ کدیٰ پہاڑی پر آ بیٹھے اور انتظار کرنے لگے۔ کہ سورج کب نکلے تاکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کریں۔ (معاذ اللہ) ناگہاں ان میں سے ایک آدمی بولا خدا کی قسم! یہ سورج نکل آیا۔ دوسری طرف سے انہی کے ایک آدمی نے اسی وقت کہا خدا کی قسم! یہ قافلہ بھی آگیا۔ اس

Marfat.com

کے آگے بھورے رنگ کا اونٹ ہے۔ اس قافلہ میں فلاں فلاں آدمی ہیں بالکل اسی طرح جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ (معاذ اللہ) یہ کھلا جادو ہے

بیت المقدس میں بابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ابن ابی حاتم نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ معراج کی رات جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام براق پر سوار کرا کے بیت المقدس پہنچے۔ اور حضور علیہ السلام اس مقام پر تشریف فرما ہوئے۔ جسے بابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ تو جبریل علیہ السلام ایک پتھر کے پاس آئے جو اس جگہ تھا۔ جبریل علیہ السلام نے اس پتھر میں اپنی انگلی مار کر اس میں سوراخ کر دیا۔ اور براق کو اس میں باندھ دیا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صد ۶)

معراج شریف پر ایلیا کے بطریق کی شہادت

حافظ ابو نعیم اصبہانی نے دلائل النبوۃ میں حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیصر روم کی طرف بھیجا۔ راوی نے حضرت دحیہ

Marfat.com

کے جانے اور پہنچنے کا پورا واقعہ بیان کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ قیصر روم نے (حضور علیہ السلام کا پیغامِ مبارک سن کر) ملک شام سے عرب کے تاجروں کو طلب کیا۔ حضرت ابوسفیانؓ اور ان کے ہمراہی قیصر روم کے سامنے پیش کئے گئے۔ قیصر روم نے ان سے وہ مشہور سوالات کئے جنھیں بخاری مسلم نے روایت کیا ہے (اسوقت ابوسفیان نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح قیصرِ روم کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کو (معاذ اللہ) حقیر و ذلیل کیا جائے۔ اس روایت میں ابوسفیان کا قول ہے۔ میں چاہتا تھا کہ ہرقل قیصرِ روم کے سامنے کوئی ایسی بات کروں جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیصر روم کی نظروں سے گر جائیں۔ مگر مجھے خوف تھا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میرے جھوٹ کی گرفت کرے۔ اور میری تمام باتوں کو جھٹلا دے۔ اس طرح میں لوگوں میں بدنام ہو جاؤں۔ اور میری سرداری پر دھبہ آئے۔ ابوسفیان نے کہا، میں اسی فکر میں تھا کہ مجھے شبِ معراج کے بارے میں ان کا قول یاد آگیا۔ میں نے فوراً کہا کہ اے بادشاہ (قیصر روم) کیا میں تجھے ایسی بات نہ بتاؤں جسے سنکر (معاذ اللہ) تو ان کے جھوٹا ہونے کو پہچان لے۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا بات ہے۔ ابوسفیان نے جواب دیا اُن کا کہنا ہے کہ میں ایک رات ارضِ حرم (مسجد بیت الحرام) سے چلا اور ایلیائی (بیت المقدس) کی مسجد اقصیٰ میں آیا اور اسی رات صبح سے پہلے مکہ واپس پہنچ گیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ جسوقت میں یہ بات کہہ رہا تھا۔ اس وقت عیسائیوں کا پیشوا جو مسجدِ

Marfat.com

اقصیٰ کا بڑا پادری تھا۔ قیصرِ روم کے پاس کھڑا تھا۔ بیت المقدس کے اس بطریق نے کہا مجھے اس رات کا علم ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تجھے کیا علم ہے؟ اس نے کہا کہ میری عادت ہے۔ کہ میں ہر روز رات کو سونے سے پہلے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیا کرتا ہوں۔ اس رات میں نے تمام دروازے بند کر دیئے باوجود انتہائی کوشش کے ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے اپنے کارندوں اور تمام حاضرین سے مدد لی۔ سب نے پورا زور لگایا اور ساری قوت صرف کر دی مگر دروازہ نہ ہلا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہم کسی پہاڑ کو اسکی جگہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ بالآخر میں نے درکھانوں کو بلایا۔ انھوں نے اسے دیکھ کر کہا (ایسا معلوم ہوتا ہے) کہ اوپر کی عمارت نیچے آگئی ہے۔ اور دروازہ کی چھاؤں (اوپر کی چوکھٹ) کا اس پر دباؤ پڑ گیا ہے۔ اب رات میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ صبح دیکھیں گے۔ کہ کس طرف سے یہ خرابی واقع ہوئی ہے۔ بطریق نے کہا دروازہ کے دونوں کواڑ کھلے چھوڑ کر ہم لوگ واپس چلے گئے۔ صبح ہوتے ہی میں وہاں آیا۔ کہ یکایک دیکھتا ہوں کہ مسجد کا دروازہ بالکل ٹھیک ہے۔ گوشۂ مسجد کے پتھر میں سوراخ ہے۔ اور سواری کے جانور باندھنے کا نشان اس میں نظر آ رہا ہے (یہ منظر دیکھ کر میں سمجھ گیا۔ کہ آج رات باوجود انتہائی کوشش کے دروازہ کا بند نہ ہونا اور پتھر میں سوراخ کا پایا جانا پھر اس سوراخ میں جانور باندھنے کا نشان موجود ہونا حکمت سے خالی نہیں) میں نے اپنے ہمراہیوں

Marfat.com

سے کہا کہ آج رات اس دروازہ کا کھلا رہنا صرف نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا یقیناً اس نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری اس مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۶۴)

حدیثِ معراج کے راوی حدیث اسراء اور معراج کو مندرجہ ذیل صحابۂ کرام واسلافِ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت فرمایا جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے حافظ ابوالخطاب سے تفسیر ابن کثیر میں نقل فرمایا۔

حضرت عمر[1] فاروق۔ حضرت علی[2] مرتضیٰ۔ حضرت عبداللہ[3] بن مسعود۔ حضرت ابوذر[4]۔ حضرت انس[5] بن مالک۔ حضرت مالک[6] بن صعصعہ۔ حضرت ابوہریرہ[7]۔ حضرت ابوسعید[8] خدری۔ حضرت عبداللہ[9] بن عباس۔ حضرت شداد[10] بن اوس۔ حضرت ابی[11] بن کعب۔ حضرت عبدالرحمٰن[12] بن قرظ۔ حضرت ابوحبہ[13]۔ حضرت ابولیلیٰ[14]۔ حضرت عبداللہ[15] بن عمر۔ حضرت جابر[16] انصاری۔ حضرت حذیفہ[17] بن یمان۔ حضرت بریدہ[18] اسلمی۔ حضرت ابوایوب[19] انصاری۔ حضرت ابوامامہ[20]۔ حضرت سمرہ[21] بن جندب۔ حضرت ابوالحمراء[22]۔ حضرت صہیب[23] رومی۔ حضرت ام[24] ہانی۔ حضرت عائشہ[25] صدیقہ۔ حضرت اسماء[26] بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴)

بعض علماء نے ان حضرات کے علاوہ مندرجہ ذیل صحابہ کرام کا اضافہ فرمایا۔ حضرت صدیقِ اکبر[1]۔ حضرت عثمان[2] غنی۔ حضرت اسامہ[3] بن زید۔ حضرت ابودرداء[4]۔ حضرت بلال[5] بن سعد۔ حضرت عبداللہ[6] بن زبیر۔ حضرت ابوسفیان[7]

Marfat.com

حضرت سیدہ ام کلثوم۔ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

شبِ معراج شقِ صدرِ مبارک مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ اقدس اوپر سے نیچے تک چاک کیا اور قلبِ مبارک باہر نکالا۔ پھر اسے شگاف دیا۔ اور اس سے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر باہر پھینکا۔ اور کہا۔ کہ آپ کے اندر یہ شیطان کا ایک حصہ تھا۔

خون کا لوتھڑا یا شیطان کا حصہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں خون کا لوتھڑا پیدا فرمایا ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ انسان کے دل میں شیطان جو کچھ ڈالتا ہے یہ لوتھڑا اس کو قبول کرتا ہے۔ (جس طرح قوتِ سامعہ آواز کو اور قوتِ باصرہ مبصرات کی صورتوں کو اور قوتِ شامہ خوشبو بدبو کو اور قوتِ ذائقہ ترشی تلخی وغیرہ کو اور قوتِ لامسہ گرمی سردی وغیرہ کیفیات کو قبول کرتی ہے۔ اسی طرح دل کے اندر یہ منجمد خون کا لوتھڑا شیطانی وسوسوں کو قبول کرتا ہے۔) یہ لوتھڑا جب حضور علیہ السلام کے قلب مبارک سے دور کر دیا گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی جو القائے شیطانی کو قبول کرنے والی ہو۔ علامہ تقی الدین فرماتے ہیں۔ اس حدیثِ پاک سے یہی مراد ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں شیطان کا کوئی حصہ کبھی نہیں تھا۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب یہ بات تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور

Marfat.com

علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ میں اس خون کے لوتھڑے کو کیوں پیدا فرمایا۔ کیونکہ یہ ممکن تھا کہ پہلے ہی ذاتِ مقدسہ میں اسے پیدا نہ فرمایا جاتا تو جواب دیا جائے گا۔ کہ اس کے پیدا فرمانے میں یہ حکمت ہے۔ کہ وہ اجزائے انسانیہ میں سے ہے لہٰذا اس کا پیدا کرنا خلقتِ انسانی کی تکمیل کے لئے ضروری ہے اور اس کا نکال دینا یہ ایک امرِ آخر ہے۔ جو تخلیق کے بعد طاری ہوا۔ (انتہیٰ)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس کی نظیر بدنِ انسانی میں اشیائے زائدہ کی تخلیق ہے۔ جیسے قلفہ کا ہونا، ناخنوں اور مونچھوں کی درازی اور اسی طرح بعض دیگر زائد چیزیں (جن کا پیدا ہونا بدنِ انسانی کی تکمیل کا موجب ہے۔ اور ان کا ازالہ طہارت و لطافت کے لئے ضروری ہے) مختصر یہ کہ ان اشیائے زائدہ کی تخلیق اجزائے بدن انسانی کا تکملہ ہے۔ اور ان کا زائل کرنا کمال تطہیر و تنظیف کا مقتضیٰ ہے (شرح شفاء لملا علی قاری جلد اوّل ص۳۷) اَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔ چونکہ ذاتِ مقدسہ میں حظِ شیطانی باقی ہی نہ تھا۔ اس لئے حضور علیہ السلام کا ہمزاد مسلمان ہوگیا تھا۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ "وَلٰکِنْ اَسْلَمَ فَلَا یَاْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ" میرا ہمزاد مسلمان ہوگیا۔ لہٰذا سوائے خیر کے وہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ قلب بمنزلہ میوہ کے ہے جس کا دانہ اپنے اندر کے تخم اور گٹھلی پر قائم ہوتا ہے اور اسی سے پختگی اور رنگینی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح وہ منجمد خون قلب انسانی

Marfat.com

کے لئے ایسا ہے۔ جیسے چھوہارے کے لئے گٹھلی۔ اگر ابتداءً اس میں گٹھلی نہ ہو تو وہ پختہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن پختہ ہو جانے کے بعد اس گٹھلی کو باقی نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ چھوہارے کی گٹھلی یا دانہ انگور سے بیج نکال کر پھینکتے وقت کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا۔ کہ جو چیز پھینکنے کے قابل تھی وہ پہلے ہی کیوں پیدا کی گئی؟ اسی طرح اگر یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ قلبِ اطہر میں خون کا وہ لوتھڑا اسی طرح تھا جیسے انگور کے دانہ میں بیج یا کھجور کے دانہ میں گٹھلی ہوتی ہے۔ اور قلبِ اطہر سے اس کو بالکل ایسے ہی نکال کر پھینک دیا گیا جیسے کھجور اور انگور سے بیج اور گٹھلی کو نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔ کہ اس لوتھڑے کو قلبِ اطہر میں ابتداءً کیوں پیدا کیا گیا؟

(نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ص ۲۳۹)

رہا یہ امر کہ فرشتوں نے حضور علیہ السلام سے یہ کیوں کہا کہ ھٰذِہٖ حَظُّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ؟ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ (معاذ اللہ) آپ کی ذات پاک میں واقعی شیطان کا کوئی حصہ ہے نہیں اور یقیناً نہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ ذاتِ پاک ہر شیطانی اثر سے پاک اور طیب و طاہر ہے بلکہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ کی ذات پاک میں شیطان کے تعلق کی کوئی جگہ ہو سکتی۔ تو وہ یہی خون کا لوتھڑا تھا۔ جب اس کو

Marfat.com

آپ کے قلبِ مبارک سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا تو اس کے بعد آپ کی ذاتِ مقدسہ میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی۔ جس سے شیطان کا کوئی تعلق ممکن ہو، خلاصہ یہ کہ الفاظِ حدیث کا واضح اور روشن مفہوم یہ ہے۔ کہ اگر آپ کی ذاتِ مقدسہ میں شیطان کا کوئی حصّہ ہوتا تو یہی خون کا لوتھڑا ہو سکتا تھا مگر جب یہ بھی نہ رہا تو اب ممکن ہی نہیں کہ ذاتِ اقدس سے شیطان کا کوئی تعلق کسی طرح ہو سکے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ ان تمام عیوب سے پاک ہے جو اس لوتھڑے کے ساتھ شیطان کے متعلق ہونے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

شق صدر مبارک کے بعد ایک نورانی طشت جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس میں بھر دیا گیا۔ ایمان و حکمت اگرچہ جسم و صورت سے متعلق نہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر قادر ہے۔ کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایمان و حکمت کو جسمانی صورت میں ممثل فرما دیا۔ اور یہ تمثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں انتہائی عظمت و رفعتِ شان کا موجب ہے۔

شقِ صدر مبارک کی حکمت شبِ معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینۂ اقدس کے شق کئے جانے میں بے شمار حکمتیں مضمر ہیں۔ جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قلبِ اطہر میں ایسی قوتِ قدسیہ بالفعل ہو جائے جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سماوات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص

Marfat.com

دیدار الٰہی سے مشرف ہونے میں کوئی دِقّت اور دشواری پیش نہ آئے۔

حیات النبی کی دلیل علاوہ ازیں شق صدر مبارک میں ایک حکمتِ بلیغہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الموت پر دلیل قائم ہوگئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عادتاً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسامِ مقدسہ قبضِ روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ چونکہ روحِ حیات کا مستقر قلبِ انسانی ہے۔ لہٰذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے۔ تو وہ زندہ نہیں رہتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک سینۂ اقدس سے باہر نکالا گیا پھر اسے شگاف دیا گیا۔ اور وہ منجمد خون جو جسمانی اِعتبار سے دل کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ صاف کر دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی حضور علیہ السلام بدستور زندہ رہے۔ جو اس امر کی روشن دلیل ہے۔ کہ قبضِ روحِ مبارک کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ کیونکہ جس کا دل بدن سے باہر ہو۔ اور وہ پھر بھی زندہ ہے۔ اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے

قلبِ مبارک میں آنکھیں اور کان جبرئیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلبِ اطہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے قَلْبٌ سَدِیْدٌ فِیْہِ عَیْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ، ترجمہ، قلبِ مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں۔

Marfat.com

اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں (فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۴۱)

قلب مبارک کے یہ کان اور آنکھیں عالم محسوسات سے وراء الوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لئے ہیں۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ ہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سُن سکتے۔

دائمی ادراک جب اللہ تعالیٰ نے بطور خرق عادت حضور علیہ السلام کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیئے ہیں تو اب یہ کہنا کہ وراء عالم محسوسات کو حضور علیہ السلام کا دیکھنا اور سننا احیاناً ہے۔ دائمی نہیں۔ قطعاً باطل ہو گیا۔ جب ظاہری آنکھوں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور احیاناً ہو سکتا ہے؟ البتہ حکمت الٰہیہ کی بنا پر کسی امر خاص کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہ رہنا اور عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے۔ جس کا کوئی منکر نہیں اور وہ علم کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے

شق صدر مبارک اور حضور علیہ السلام کا نوری ہونا علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں۔ کہ شق صدر مبارک حضور علیہ السلام کے نور سے مخلوق ہونے کے منافی ہے لیکن یہ وہم غلط اور باطل ہے۔ ان کی عبارت

Marfat.com

یہ ہے۔ وَكَوْنُهٗ مَخْلُوْقًا مِنَ النُّوْرِ لَا يُنَافِيْهِ كَمَا تُوُهِّمَ۔
(نسیم الریاض شرح شفا، قاضی عیاض جلد ۲ ص ۲۲۸)

نورانیت اور احوالِ بشریہ کا ظہور اَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق! جو بشریت عیوب و نقائص بشریت سے پاک ہو۔ اس کا ہونا نورانیت کے منافی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا۔ شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے۔ اور باوجود سینۂ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔ فَلَمْ يَكُنِ الشَّقُّ بِاٰلَةٍ وَلَمْ يَسِلِ الدَّمُ۔ ترجمہ: شقِ صدر کسی آلہ سے نہ تھا۔ نہ اُس شگاف سے خون بہا۔ (روح البیان جلد ۵ ص ۱۰۶)

حضور علیہ السلام کی خلقت نور سے ہے۔ اور بشریت ایک لباس ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے۔ اور جب چاہے نورانیت کو احوال بشریہ پر غالب کر دے۔ بشریت نہ ہوتی تو "شق" کیسے ہوتا ــــ اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا۔ اور خون بھی ضرور بہتا۔

جب کبھی خون بہا (جیسے غزوہ احد میں) تو وہاں احوالِ بشریہ کا غلبہ تھا اور جب خون نہ بہا (جیسے لیلۃ المعراج شق صدر میں) تو وہاں نورانیت غالب تھی جسمانی معراج کا بھی یہی حال ہے کہ تینوں میں سے کوئی چیز ایک ــــ

Marfat.com

دوسرے سے جدا نہیں ہوتی۔ لیکن بشریت کا ظہور کہیں نورانیت کا اور کہیں حقیقت محمدیہ کا یعنی صورۃ حقیہ کا۔ وَلٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْهَا غٰفِلُوْنَ ٥

آسمانوں کے دروازے اور ان کا کھلوانا آسمان اجسامِ لطیفہ ہیں اور ایسے ہی ان کے دروازے بھی لطیف ہیں۔ اور ان سے عزت وکرامت کی وہ راہیں مراد ہیں جو بجز حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر نہیں کھولی گئیں۔ اسی لئے جب تک جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک نہیں لیا ساتوں آسمانوں میں سے کسی آسمان کا دروازہ نہیں کھولا گیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ عظمتِ مصطفویہ کا وہ چمکتا ہوا نشان ہے۔ جو ابدالآباد تک نہیں مٹ سکتا۔

ایک اعتراض کا جواب جبریل علیہ السلام جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں آسمانوں پر پہنچے۔ تو ہر آسمان پر فرشتوں نے سوال کیا کہ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا "جبریل" فرشتوں نے کہا تمھارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر فرشتوں نے پوچھا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں، فرشتوں نے کہا مَرْحَبًا بِهٖ اَهْلًا اور دوسری روایت میں ہے۔ نِعْمَ الْمَجِیْئُ جَاءَ ان تمام سوالات و جوابات اور واقعہ کی نوعیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کو معراج کے بارے میں حضور علیہ السلام کے تشریف لے جانے سے پہلے کچھ علم نہ تھا۔

جواب فرشتوں کو معراج شریف سے پہلے حضور علیہ السلام کے تشریف

Marfat.com

لانے کا علم نہ ہونا حدیث شریف کے خلاف ہے۔ بخاری شریف میں حدیثِ معراج کے یہ الفاظ موجود ہیں۔ فَيَسْتَبْشِرُ بِهٖ اَهْلُ السَّمَآءِ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری! آسمان والے سنتے تھے۔ (بخاری شریف جلد دوم ص۱۱۲)

امام بن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس کے تحت ارقام فرماتے ہیں۔ (قولہ فاستبشر بہ اھل السمآء) کَاَنَّھُمْ کَانُوْا عَلِمُوْا انہ سیعرج بہ فکانوا منترقبین لذلک۔ ترجمہ، گویا فرشتوں کو بتا دیا گیا تھا۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنقریب معراج کرائی جائے گی۔ تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ (فتح الباری جلد ۳ ص۴۱۱) ہاں اس میں شک نہیں کہ بغیر بتائے آسمان والے نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ زمین میں کیا کرنا چاہتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں چونکہ انھیں پہلے خوشخبری سُنا دی گئی تھی۔ اس لئے وہ سب علیہ السلام کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔

رہا سوال و جواب کا مسئلہ تو یہ بات دلائل کی روشنی میں آفتاب سے زیادہ روشن ہو چکی ہے۔ کہ سوال ہمیشہ لاعلمی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ کبھی حکمت کی بناء پر بھی ہوتا ہے۔ یہاں سوال و جواب میں مندرجہ ذیل دو حکمتیں ہیں۔

۱۔ یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہفت سماوات میں عزت و کرامت کے مخصوص دروازے بجز حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کے لئے نہیں کھولے جا سکتے خواہ جبریل علیہ السلام ہی کیوں نہ ہوں۔

Marfat.com

۲۔ اگر فرشتے یہ نہ پوچھتے کہ "کیا وہ بلائے گئے ہیں" تو جبرئیل علیہ السلام نعم "ہاں" کہکر اقرار بھی نہ کرتے جبریل علیہ السلام نے جب اس امر کا اقرار کر لیا کہ ہاں واقعی وہ بلائے گئے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور فضیلت پر دلیل قائم ہو گئی۔ اور وہ حضور علیہ السلام کا بلایا جانا ہے۔ اگر یہ سوال و جواب ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلایا جانا کیسے ثابت ہوتا۔

جبریل علیہ السلام کا آسمانوں پر حضور علیہ السلام کو حضرات انبیاء علیہم السلام سے متعارف کرانا

جبریل علیہ السلام کے تعارف کرانے سے حضور علیہ السلام کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حضور علیہ السلام بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہ السلام سے ملاقی ہو چکے تھے۔ بلکہ بعض انبیاء علیہ السلام کی قبور سے گذرے تو حضور علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام کے تعارف کے بغیر جان لیا کہ یہ فلاں نبی کی قبر مبارک ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کثیب احمر پر موسیٰ علیہ السلام کی قبر شریف سے گذرے تو فرمایا میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے (صحیح مسلم جلد اوّل)

لہٰذا جبریل علیہ السلام کا تعارف حضور علیہ السلام کے عدم التفات کی وجہ سے ہے۔ یا اپنی خادمانہ شان ظاہر کرنے کے لئے۔

موسیٰ علیہ السلام کا رونا معاذاللہ کسی حسد کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نہیں روئے بلکہ رشک اور غبطہ کی بناء پر یا اپنی امت کے حال پر گریہ فرمایا۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نمازوں میں تخفیف طلب کرنے کا مشورہ دینا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر حضور علیہ السلام کو یہ علم ہوتا کہ میری امت پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی تو موسیٰ علیہ السلام کے بغیر کہے خود طلب تخفیف فرماتے لیکن حضور علیہ السلام نے از خود ایسا نہ کیا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے واپس گئے۔ اور نمازیں کم ہونے کی درخواست کی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو تجربہ کی بناء پر علم تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باوجود عالم الغیب ہونے کے پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ اور اولاً از خود کوئی تخفیف نہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس فعل میں حکمت تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاموش رہنے میں بھی وہی حکمت تھی۔ حکمت کو لاعلمی کہنا جہالت ہے

اس واقعہ میں یہ حکمت تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیاتِ ظاہری کے بعد بھی ہم دنیا والوں کے فائدہ کا وسیلہ بن گئے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ اہلِ قبور خواہ انبیاء علیہم السلام ہی کیوں نہ ہوں دنیا والوں کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ جل شانہٗ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے اُن کے اس قول کو رد فرما دیا۔ اور وہ اس طرح کہ پینتالیس نمازیں معاف فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور معاف کرانے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معافی

Marfat.com

حاصل کرنے کے لئے بھیجنے والے اور معافی کا وسیلہ بننے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جو صاحبِ قبر ہیں۔ اور غالباً اسی حکمت کو ظاہر فرمانے کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ فَاِذَا ھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ۔ کہ جب مسجد اقصیٰ جا رہا تھا۔ تو میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے ہو کر گزرا۔ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ خاص طور پر لفظ قبر ارشاد فرمانے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے۔ کہ اہل قبور کا دنیا والوں کو فائدہ پہنچانا ثابت ہو جائے اور وہ فائدہ بھی ایسا کہ تمام دنیا والے ملکر وہ فائدہ کسی کو نہیں پہنچا سکتے۔ اگر سارا جہان بھی زور لگا لے تو فرائض کا ایک سجدہ بھی کم نہیں کرا سکتا۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے بالواسطہ پینتالیس نمازیں معاف کرائیں۔ اس کے علاوہ یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازیں معاف کرانے کیلئے بار بار بھیج رہے تھے تاکہ حضور علیہ السلام ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں۔ اور موسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کریں۔

سدرۃ المنتہیٰ | ساتوں آسمانوں کے عجائب و غرائب اور آیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ فرما کر حضور علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پہنچے۔ سدرۃ المنتہیٰ بیری کا ایک درخت ہے اور علمِ خلائق کی منتہیٰ ہے۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے اذن طلب کیا۔ کہ اے اللہ تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ ان کے جمالِ اقدس کی زیارت کرنے کی ہم کو اجازت مرحمت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ کہ تمام فرشتے سدرۃ المنتہیٰ پر جمع ہو جائیں۔ جب میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری

Marfat.com

آئے تو سب زیارت کرلیں۔ چنانچہ ملائکہ کرام سدرۃ المنتہیٰ پر جمع ہو گئے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا۔ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی جب ڈھانک لیا سدرۃ کو اس چیز نے جس نے کہ ڈھانک لیا۔ یعنی شیٔ عظیم نے اور وہ ملائکہ ربانی ہیں جن کے متعلق ارشاد ہے۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ۔ تیرے رب کے لشکر کو اللہ ہی جانتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درختِ سدرہ کی طرف نظر اٹھائی تو حضور علیہ السلام نے درختِ سدرہ کو ملائکہ سے ڈھکا ہوا پایا۔ اور فرشتوں نے اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کرلیا۔

تفسیر درِ منثور میں ہے۔ اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ عَنْ سَلْمَۃَ بْنِ وَھْرَامٍ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی قَالَ اِسْتَاْذَنَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ الرَّبَّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنْ یَّنْظُرُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَذِنَ لَھُمْ فَغَشِیَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ السِّدْرَۃَ لِیَنْظُرُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (تفسیر درِ منثور جلد ۶ ص ۱۲۶ و روح المعانی پ ۲۷ ص ۴۹)

ترجمہ: عبد بن حمید سلمہ بن وہرام سے اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں۔ کہ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی اجازت طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اجازت دے دی۔ تو وہ سب سدرہ پر آ بیٹھے۔ اور جمالِ محمدی دیکھنے کے لئے سدرہ کو ڈھانک لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا۔ کہ میں نے سدرہ کے ہر پتہ پر ایک ایک فرشتہ کو دیکھا۔ کہ وہ بحالتِ قیام سُبحان اللہ۔ سُبحان اللہ کہہ رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں تشریف لیجانا تفسیر ابن جریر میں ہے حَتّیٰ دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ فَاِذَا فِیْھَا مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ الحَدِیْث۔ (ابن جریر پارہ ۵ ص۱۱)

ترجمہ:۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو یکا یک اس میں وہ تمام نعمتیں تھیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا۔ دوسری حدیث میں ہے۔ وَاللہِ مَا نَزَلَ عَنِ الْبُرَاقِ حَتّیٰ رَاَی الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ وَمَا اَعَدَّ اللہُ فِی الْاٰخِرَۃِ اَجْمَعَ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم براق سے نہیں اترے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام نے جنت و نار اور اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جو کچھ تیار کر رکھا ہے۔ سب کچھ نہ دیکھ لیا۔ آخرت کی ہر شے حضور علیہ السلام نے ملاحظہ فرمائی (تفسیر ابن جریر پ۱۵ ص۱۲)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جو لوگ آیہ قرآنیہ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ۔ پڑھ کر حضور علیہ السلام کے علمِ اقدس کی نفی کرتے ہیں۔ وہ جھوٹے ہیں۔ آیت سے یا علم ذاتی کی نفی مراد ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہونے کی وجہ سے اس کے عموم میں شامل نہیں کیونکہ تفسیر ابنِ جریر کی ان دونوں حدیثوں سے صاف معلوم ہوگیا۔ کہ آخرت

Marfat.com

کی کوئی چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں رہی۔

جنت میں حضور علیہ السلام کے آگے حضرت بلال کی جوتیوں کی آواز

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بلال میں نے جنت میں اپنے آگے تیری جوتیوں کی آہٹ سنی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں اس وقت نہ تھے۔ مگر زمین کی آواز حضور علیہ السلام نے سُنی تب بھی حضور علیہ السلام کے لئے دُور کی آواز سننا ثابت ہوا۔ اگر قیامت کے بعد اُن کے چلنے کی آواز مراد ہو تو آواز پیدا ہونے سے پہلے سننا ثابت ہو گا۔ یہ پہلے سے بھی زیادہ کمال کا موجب ہے۔ یا یوں کہو کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر بھی تھے۔ اور حضور علیہ السلام کی غلامی کے طفیل اس وقت جنت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلے۔ جس کی آواز حضور علیہ السلام نے سُنی تو حضور علیہ السلام کے غلاموں کے لئے بیک وقت دو جگہ موجود ہونا ثابت ہوا۔ جن کے غلاموں کی یہ شان ہو۔ ان کے آقا کی شان کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

ایک جسم کا آن واحد میں دو جگہ حاضر ہونا | سابقاً بحوالہ صحیح مسلم عرض کر چکا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام موسیٰ علیہ السلام کے مزار شریف سے گزرے تو وہ اپنی قبر انور میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حال ہے۔ کہ وہ زندہ ہیں اور اپنی قبور مقدسہ میں نمازیں پڑھتے ہیں (رواہ البیہقی) اس کے باوجود مسجد اقصیٰ میں بھی سب موجود تھے

Marfat.com

حدیث شریف میں وارد ہے۔ قَالَ جِبْرَئِیْلُ صَلّٰی خَلْفَکَ کُلُّ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ (تفسیر ابن کثیر جلد۳ ص۶) جبریل علیہ السلام نے عرض کیا حضور اللہ عزوجل کے ہر معبوث فرمائے ہوئے نبی نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

لیکن جب حضور علیہ السلام آسمانوں پر پہنچے تو ساتوں آسمانوں پر حضرات انبیاء علیہم السلام کو حضور علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فوائد معراج شریف بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ فوائد معراج میں سے ایک فائدہ یہ ہے۔ شُہُوْدُ الْجِسْمِ الْوَاحِدِ فِیْ مَکَانَیْنِ فِی اٰنٍ وَاحِدٍ یعنی آنِ واحد میں ایک ہی جسم کا دو جگہ حاضر ہونا۔ (الیواقیت والجواہر جلد۲ ص۳۶)

اس کے بعد امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے آدم کو دیکھا۔ موسیٰ کو دیکھا ابراہیم کو دیکھا۔ اور اپنے اس کلام مبارک میں اطلاق رکھا۔ اور روح کی قید لگا کر یہ نہیں فرمایا۔ کہ میں نے آدم کی روح اور موسیٰ کی روح کو دیکھا (علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام) مسجد اقصیٰ کے بعد حضور علیہ السلام نے آسمان پر جس موسیٰ علیہ السلام سے دوبارہ ملاقات فرمائی وہ بعینہٖ وہی موسیٰ علیہ السلام ہیں جو اپنی قبر شریف میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ تو اے وہ شخص جو ایک جسم کے بیک وقت دو جگہ ہونے کا منکر ہے۔ اس حدیث معراج پر تیرا ایمان کس طرح ہوگا۔ (الیواقیت والجواہر جلد۲ ص۳۶)

Marfat.com

ایک اعتراض کا جواب بعض لوگ کہہ دیتے ہیں۔ کہ معراج کا مسئلہ حاضر و ناظر ہونے کے منافی ہے۔ کیونکہ جو ہر جگہ موجود ہو۔ اس کے آنے جانے کے کیا معنی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بار بار کہہ چکے ہیں۔ کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت اور روحانیت کی جہت سے ہے اور آنا جانا بشریتِ مقدسہ کی جہت سے۔ لہٰذا کوئی منافات نہیں۔ یہی جواب حضور سیّدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر قسم کے جسمانی آنے جانے اور سفر جہاد و ہجرت وغیرہ پر کئے ہوئے اعتراضات کے دفع کرنے کے لئے کافی ہے۔

حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سدرۃ المنتہیٰ سے عرش الٰہی پر جلوہ گر ہونا

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ الیواقیت و الجواہر میں فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے استوا علی العرش کو اپنی مدح کا موجب قرار دیا اسی طرح اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر لے جا کر حضور علیہ السلام کی عظمتِ شان کا اظہار فرمایا۔ فرماتے ہیں حَیْثُ کَانَ الْعَرْشُ اَعْلٰی مَقَامٍ یَنْتَھِیْ اِلَیْہِ مَنْ اُسْرِیَ بِہٖ مِنَ الرُّسُلِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ وَھٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْاِسْرَاءَ کَانَ بِجِسْمِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الخ (الیواقیت و الجواہر جلد ۲ ص۳۴)

جبریل علیہ السلام کا پیچھے رہ جانا حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔ ثُمَّ انْطَلَقَ بِیْ حَتّٰی انْتَھَیْتُ اِلَی الشَّجَرَۃِ فَغَشِیَ سَحَابَۃٌ فِیْھَا مِنْ کُلِّ لَوْنٍ فَرَفَضَنِیْ جِبْرِیْلُ وَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص۶)

Marfat.com

فرمایا۔ پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے چلے یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا۔ بادل کی طرح اُسے کسی چیز نے ڈھانک لیا تھا۔ اس میں ہر قسم کے رنگ تھے۔ پھر جبریل علیہ السلام نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور میں اپنے رب کیلئے سجدہ کرتا ہوا گر پڑا۔

تفسیر نیشا پوری میں ہے۔ وَذَالِكَ اَنَّ جِبْرِیْلَ تَخَلَّفَ عَنْهُ فِیْ مَقَامٍ لَوْدَنَوْتُ اَنْمِلَةً لَاحْتَرَقْتُ۔ (تفسیر نیشا پوری برحاشیہ تفسیر ابن جریر پ۲۷ ص۲۲)
اور وہ یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام سے ایسی جگہ پیچھے رہ گئے جس کے متعلق انھوں نے کہا۔ کہ اگر میں یہاں سے ایک انگلی کے ایک پورے کے برابر بھی آگے بڑھوں تو جل کر خاکستر ہو جاؤں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عرش پر جلوہ گر ہونے میں اختلاف

پہلے عرض کر چکا ہوں کہ علماء امت اس بارہ میں مختلف ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کا منتہائے عروج کہاں تک ہوا۔ بعض کا قول ہے سدرۃ المنتہیٰ بعض نے کہا جنت الماویٰ، بعض نے کہا عرش، بعض نے کہا فوق العرش۔ بعض کا قول وراء فوق العرش الی طرف العالم جیسا کہ شرح عقائد نسفی، نبراس اور شرح فقہ اکبر وغیرہ کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے عرش اور فوق العرش جانے تک کی احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جیسا کہ زرقانی وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ بعض نے بالکل انکار کیا ہے۔ لیکن محدث کبیر ابن ابی الدنیا نے روایت کیا۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ

Marfat.com

بی برجلٍ مغیبٍ فی نورِ العرشِ۔ (زرقانی جلد ۶ ص ۱۰۶) معراج کی رات میں ایک شخص پر گذرا جو نورِ عرش میں غائب تھا۔ نورِ عرش سے حضور کا گذرنا نورِ عرش سے آگے جانے کی دلیل ہے۔ اور غالباً اسی روایت کی بنا پر امام قسطلانی شارح بخاری نے مواہب الدنیہ میں فرمایا:۔ وَلَمَّا انتھی اِلَی الْعَرْشِ تَمَسَّکَ الْعَرْشُ بِاَذْیَالِہٖ (مواہب الدنیہ جلد دوم ص ۳۴) یعنی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش پر پہنچے تو عرش الٰہی نے حضور علیہ السلام کے مبارک دامنوں سے تمسک کیا۔ الخ۔ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانا بھی حضور علیہ السلام کے عرش پر جلوہ گر ہونے کا مؤید ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ جب حضور علیہ السلام سدرۃ المنتہےٰ پر پہنچے تو سدرۃ المنتہیٰ کو بادل کی طرح کسی چیز نے ڈھانک لیا۔ جس میں ہر قسم کے رنگ تھے۔ پس جبریل علیہ السلام پیچھے رہ گئے۔ جبریل علیہ السلام کا پیچھے رہ جانا حضور علیہ السلام کا سدرہ سے گذر جانا اس امر کی تائید کرتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام عرش الٰہی پر جلوہ گر ہوئے۔

علامہ سید محمود الوسی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ النجم کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نجم سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھُوَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھَوِیَّۃٌ نُزُوْلُہٗ مِنَ السَّمَآءِ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ وَجُوِّزَ عَلٰی ھٰذَا اَنْ یُّرَادَ بِھَوِیِّہٖ

Marfat.com

صُعُودُہٗ وَعُرُوْجُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِلٰی مُنْقَطِعِ الْاَیْنِ۔

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نجم سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ھوی سے مراد معراج کی رات حضور کا اترنا ہے۔ اور اس تقدیر پر جائز ہے کہ ھوی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوپر چڑھنا اور لامکان تک معراج کرنا مراد ہو۔ (تفسیر روح المعانی پ ۲۷ ص ۴۵)

بارگاہِ اسماء و صفات امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِذَا مَرَّ عَلٰی حَضَرَاتِ الْاَسْمَاءِ الْاِلٰھِیَّۃِ صَارَ مُتَخَلِّقًا بِصِفَاتِھَا فَاِذَا مَرَّ عَلَی الرَّحِیْمِ کَانَ رَحِیْمًا اَوْ عَلَی الْغَفُوْرِ کَانَ غَفُوْرًا اَوْ عَلَی الْکَرِیْمِ کَانَ کَرِیْمًا اَوْ عَلَی الْحَلِیْمِ کَانَ حَلِیْمًا اَوْ عَلَی الشَّکُوْرِ کَانَ شَکُوْرًا اَوْ عَلَی الْجَوَادِ کَانَ جَوَّادًا اَوْ کَذَا فَمَا یَرْجِعُ مِنْ ذٰلِکَ اِلَّا وَھُوَ فِیْ غَایَۃِ الْکَمَالِ

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۳۶)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج اسماء الٰہیہ کی بارگاہوں سے گزرے تو ان اسماء کی صفات کے ساتھ متصف ہوتے گئے۔ جب اَلرَّحِیْم پر گزرے رحیم بن گئے اور الغفور، الکریم، الشکور، الجواد پر گزرے تو غفور، کریم، حلیم، شکور اور جواد ہو گئے اور اسی طرح دیگر اسماء الٰہیہ کی بارگاہوں سے گزرتے گئے۔ اور وہ اسماء جن صفات سے متعلق ہیں۔ ان صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہوتے گئے۔ جب معراج سے واپس تشریف لائے۔ تو انتہائے کمال کے حال میں تھے۔

Marfat.com

رفرف امام شعرانی فرماتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مقام پہنچے جہاں جبریل علیہ السلام کا منتہی تھا۔ تو جبریل علیہ السلام ٹھہر گئے۔ ایک سبز رنگ کا تخت ظاہر ہوا جس کا نام رفرف ہے۔ اس کے ساتھ ایک فرشتہ تھا۔ جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رفرف والے فرشتہ کے سپرد کیا۔ حضور علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے ہمراہی کے لئے فرمایا۔ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ لَا اَقْدِرُ لَوْ خَطَوْتُ خُطْوَۃً لَاحْتَرَقْتُ حضور! میں آگے جانے پر قادر نہیں۔ اگر ایک قدم آگے بڑھوں۔ تو جلکر خاک ہو جاؤں۔ حضور علیہ السلام رفرف پر رونق افروز ہوئے۔ بالآخر رفرف اور اس پر مقرر کردہ فرشتہ بھی ایک مقام پر رہ گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور میں داخل کر دیا گیا۔ اور حضور علیہ السلام بالکل تنِ تنہا رہ گئے۔ کوئی حضور علیہ السلام کے ساتھ نہ تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز امام شعرانی فرماتے ہیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحشت سی محسوس ہوئی۔ تو حضور علیہ السلام کو ایک آواز معلوم ہوئی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سے مشابہ تھی۔ وہ آواز یہ تھی۔ قِفْ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم توقف فرمائیے۔ آپ کا رب صلوٰۃ فرما رہا ہے" حضور علیہ السلام نے دل میں خیال فرمایا۔ کیا میرا رب نماز پڑھتا ہے۔ جب حضور

Marfat.com

علیہ السلام کے قلب اطہر میں اس خطاب سے تعجب کی کیفیت پیدا ہوئی اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مانوس ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ھو الذی یصلی علیکم و ملائکتہ۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تم پر درود بھیجتے ہیں۔ امام شعرانی نے فرمایا۔ نَعلِمَ عِندَ ذٰلِکَ مَا ھُوَ الْمُرَادُ بِصَلَاۃِ الْحَقِّ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنکر حضور کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ سے کیا مراد ہے۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۳۵)

حکمت ایزدی وحشت کے وقت کسی چیز کی طرف توجہ کا مبذول ہونا اور کسی امر پر تعجب کا لاحق ہونا وحشت دور ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ اس لئے بتقاضائے حکمت ایزدی صوتِ صدیق کے مشابہ قِف یا محمدُ اِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّی کی آواز سُنکر حضور علیہ السلام کی توجہ درود اور رحمت کے معنیٰ کی بجائے نماز کے معنیٰ کی طرف مبذول ہوئی تاکہ تعجب لاحق ہو۔ اور اس تعجب اور توجہ کے سبب وحشت زائل ہو۔ پھر آواز بھی انیس جلیس (حضرت ابوبکر صدیق) کی آواز کے مشابہ جو موجب استیناس ہے۔ چنانچہ وہ حکمت پوری ہوئی اور وحشت کا جو حال حضور علیہ السلام پر طاری تھا دور ہو گیا۔ اس کے بعد جب حضور علیہ السلام نے اپنے رب کا یہ حکم سنا۔ ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّی عَلَیْکُمْ وَمَلٰئِکَتُہٗ تو اس وقت حضور علیہ السلام کی توجہ صلوٰۃ کے مرادی معنیٰ کی طرف مبذول ہو گئی۔

Marfat.com

وحشت میں حکمت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵ پر فرماتے ہیں۔ کہ شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور میں داخل کیا گیا اور ہر طرف نور ہی نور نے حضور کو احاطہ میں لے لیا۔ تو اس عالم تفرد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحشت کا حال طاری ہوا۔ جو اس امر کی دلیل ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کو معراجِ جسمانی ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر محض روحانی معراج ہو تو رُوح مجرّد کو وحشت کا حال طاری نہ ہوتا۔

ضروری تنبیہہ حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے غالباً مدارج النبوۃ میں اِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّےْ کا ترجمہ کیا ہے "پروردگار تو نماز میگذارد"۔ بعض ناواقف لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہمارے بیانِ سابق سے یہ امر واضح ہو گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ یُصَلِّیْ کے اس معنیٰ کی طرف مبذول ہوئی تھی۔ لہٰذا حضرت شیخ دہلوی علیہ الرحمتہ کا ترجمہ بالکل صحیح ہے البتہ یہ مرادی معنیٰ نہیں جیسا کہ ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

بارگاہ خداوندی جب عالم انوار سے حضور علیہ السلام گذر گئے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ خاص میں پہونچے۔ اور ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ کا مرتبہ پایا۔ پھر فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ سے مشرف ہوئے اور دیدارِ الٰہی نصیب ہوا۔

Marfat.com

اِن آیاتِ کریمہ پر کلام کرنے سے پہلے یہ عرض کر دینا مناسب ہے۔ کہ قرآنِ مجید میں تین جگہ معراج شریف کا بیان وارد ہے۔

اوّل۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ الآیۃ۔ دوم۔ وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡیَا الَّتِیۡۤ اَرَیۡنٰکَ اِلَّا فِتۡنَۃً لِّلنَّاسِ۔ سوم سورۂ وَالنَّجۡمِ کی ابتدائی آیات۔ پہلی دو آیتوں پر کلام ہو چکا۔ اب سورۂ وَالنَّجۡمِ کی آیات معراج پر نہایت مختصر کلام ہدیۂ ناظرین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ يُّوۡحٰى، عَلَّمَهٗ شَدِيۡدُ الۡقُوٰى ذُوۡ مِرَّةٍ فَاسۡتَوٰى وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوۡسَيۡنِ اَوۡ اَدۡنٰى فَاَوۡحٰۤى اِلٰى عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰى مَا كَذَبَ الۡفُؤَادُ وَمَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوۡنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدۡ رَاٰهُ نَزۡلَةً اُخۡرٰى عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰى عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰى اِذۡ يَغۡشَى السِّدۡرَةَ مَا يَغۡشٰى مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدۡ رَاٰى مِنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِ الۡكُبۡرٰى ۝ (سورۂ والنجم پ ۲۷)

ترجمہ: قسم ستارہ وجودِ محمدؐ کی جب یہ شبِ معراج اترے۔ تمھارے صاحب بہکے نہ بھٹکے اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔ نہیں بولنا ان کا مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ انھیں سکھایا سخت قوتوں والے اور بہت زور والے نے پھر برابر ہوا وہ اپنی اونچی جگہ میں اس حال میں کہ وہ آسمانِ برین

کے سب سے اونچے کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا۔ پھر زیادہ نزدیکی چاہی تو ہوگیا مقدار دو کمان کی یا زیادہ نزدیک پھر وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی۔ نہ غلطی کی دل نے اس چیز میں جو آنکھ نے دیکھی۔ تو کیا تم جھگڑتے ہو ان سے ان کے دیکھنے پر اور بے شک انھوں نے دیکھا۔ اس کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس جنّت الماویٰ ہے۔ جب ڈھانک رہا تھا۔ سدرۃ کو وہ جو ڈھانک رہا تھا نہ ٹیڑھی ہوئی نگاہ اور نہ بڑھی بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ان آیات طیبات میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ النجم کے متعلق حسب ذیل اقوال وارد ہیں۔

(۱) نجم سے ثریا مراد ہے (۲) نجم سے مطلقاً ستارے مراد ہیں۔ (۳) نجم سے وہ گھاس مراد ہے۔ جس کی کوئی ساق نہ ہو۔ اور اس کی بیلیں زمین پر پھیلتی ہوں۔ بعض کے نزدیک النجم سے قرآن مراد ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ النجم سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عرائس البیان میں ہے۔ قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ الصَّادِقِ اَلنَّجْمُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (عرائس البیان جلد ۲ ص ۲۸۵) اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ وَقَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ یعنی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ۔ (تفسیر معالم التنزیل جزو سادس ص ۲۱۲) اور صَاحِبُکُمْ سے مراد حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور شَدِیْدُ الْقُوٰی سے

Marfat.com

مراد عام مفسرین کے نزدیک جبریل علیہ السلام ہیں۔ لیکن حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ شدید القویٰ اللہ تعالیٰ ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:۔ فَعَنِ الحسن اَنَّ شَدِیْدَ القویٰ ھُوَ اللّٰہُ تعالیٰ وَجَمْعُ القُویٰ لِلتَّعظِیمِ وَ یُفَسِّرُ ذُوْ مِرَّۃٍ عَلَیْہِ بِذِیْ حِکْمَۃٍ وَنَحْوِہٖ مِمَّا یَلِیْقُ اَنْ یَکُوْنَ وَصْفًا لَہٗ عَزَّ وَجَلَّ (تفسیر روح المعانی پ۲۷ صفحہ ۴۴) اس کے بعد استویٰ، اور ھُوَ، اور دَنیٰ اور تدلّٰی اور کان اور اَوْحیٰ کی ضمیریں اسی طرح اس کے بعد آنیوالی بعض مرفوع اور منصوب ضمیریں عام مفسرین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل کی طرف راجع کیں جس کا مفاد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو جبریل علیہ السلام کی نزدیکی حاصل ہوئی اور حضور نے معراج کی رات جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ صاحب روح المعانی نے اس نہج پر تفسیر کرنیکے بعد فرمایا۔ وَفِی الاٰیَاتِ اَقْوَالٌ غَیْرُ مَا تَقَدَّمَ یعنی ان آیتوں میں بیانِ سابق کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ پھر حضرت حسن کی ایک روایت وارد کی۔ جس کو ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا وَجَعَلَ اَبُوْ حَبَّانِ الضَّمِیْرَیْنِ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ (فَاسْتَویٰ) وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلیٰ) عَلَیْہِ لَہٗ سُبْحَانَہٗ اَیْضًا وَقَالَ اِنَّ ذٰلِکَ عَلیٰ مَعْنَی الْعَظْمَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَسُلْطَانِہٖ وَلَعَلَّ الحسن یَجْعَلُ الضَّمَائِرَ فِیْ قَوْلِہٖ سُبْحَانَہٗ ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ لَہٗ عَزَّ وَجَلَّ اَیْضًا وَکَذَا الضَّمِیْرُ الْمَنْصُوْبُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ (وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْریٰ) فَقَدْ کَانَ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ

Marfat.com

تحلِفُ باللہِ تعالیٰ لقد رأی محمدٌ صلی اللہ علیہ وسلم ربَّہٗ و فسّر دُنُوّہٗ تعالیٰ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بارفعِ مکانتہٖ من اللہ علیہ وسلم عِندہٗ سبحانہٗ وتدلّیہٖ جلّ وعلا بجذبہٖ بشراشرہٖ الی جنابِ القدس ویقالُ لہٰذ الجذبِ الفناءُ فی اللہِ تعالیٰ عند المتالہین واُرید بنزولہٖ سبحانہٗ نوعٌ من دُنوّہٖ المعنوی جلّ شانہٗ و مذھبُ السلف فی مثلِ ذٰلک اِرجاءُ عِلمہٖ الی اللہِ تعالیٰ بعد نفی التشبیہِ۔

ترجمہ:۔ ابو حبان نے اللہ تعالیٰ کے قول فاستویٰ وھو بالاُفُقِ الاعلیٰ میں دونوں ضمیریں (مستتر اور بارز) اس تقدیر پر کہ شدید القویٰ اور ذُو مِرّۃ سے اللہ تعالیٰ مراد ہو۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کے لئے ہیں۔ اور ابو حبان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا استوئ عظمت اور قدرت اور غلبہ کے معنی میں ہے اور غالباً امام حسن بصری بھی ثُمّ دنیٰ سے مَا اَوحیٰ تک اللہ تعالیٰ کے قول میں سب ضمیریں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مانتے ہیں۔ اور اسی طرح ثُمّ رَاٰہُ نزلۃً اُخریٰ میں ضمیر منصوب بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں۔ کیونکہ حسن بصری رحمۃ اللہ قسم کھا کر کہتے تھے۔ کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کے معنی انھوں نے یہ بیان کئے۔ کہ حضور علیہ السلام کا مقام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت بلند ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اللہ تعالیٰ کی تدلّی کے یہ معنی بیان فرماتے ہیں

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جناب قدس کی طرف بالکل جذب فرمالیا۔ اور اللہ والوں کے نزدیک اسی جذب کو فنا فی اللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزول سے ایک طرح کا قرب معنوی مراد ہے اور ایسے مسائل میں سلف کا مذہب یہ ہے کہ وہ تشبیہ کی نفی کرتے ہوئے اسکے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ اس کے بعد صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔ کہ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی ضمیروں کو جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانا جائز ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کی طرف بھی لوٹانا جائز ہے۔ جیسا کہ امام حسن بصری سے ان ضمیروں کا حضور علیہ السلام کے لئے ہونا مروی ہے۔ اور اس تقدیر پر معنی یہ ہیں۔ کہ پھر قریب ہوئے حضور علیہ السلام اپنے رب سبحانہٗ تعالیٰ سے تو اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام سے دو کمانوں کی مقدار رہا یا اس سے زیادہ قریب ہوگیا۔ اور اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کی ضمیریں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں (تفسیر روح المعانی پ ۲۷ ص ۴۴-۴۵) اس کے متصل صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔ تو عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی سے وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی تک قول خداوندی کے یہ معنی ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کو جبریل علیہ السلام نے سکھایا اور جبریل علیہ السلام آسمان کے اونچے کنارے پر تھے اس کے بعد ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی کی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں اور وَلَقَدْ رَاٰہُ کی ضمیر منصوب بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے یعنی اس تقدیر

Marfat.com

پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور علیہ السلام کا قرب پھر زیادتی قرب کی طلب اور رویت خداوندی کا ثبوت ہوا۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اس کی تائید بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جو شریک بن عبداللہ کے طریق سے حضرت انس سے مروی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّۃِ فَتَدَلّٰی حَتّٰی کَانَ مِنْہُ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنی جبار رب العزت قریب ہوا۔ پھر اس نے زیادتی قرب کو طلب فرمایا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو کمانوں کی مقدار ہو گیا یا اس سے زیادہ قریب پھر نبی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی جس میں پچاس نمازوں کی فرضیت شامل تھی۔ (روح المعانی پ ۲۷ ص ۴۵ بخاری شریف جلد ثانی ص ۱۱۲۰ مسلم جلد اول ص ۹۲) اس کے بعد صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ مثبتین رویت جیسے حبر امت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے علاوہ حضرات نے اس حدیث سے استدلال فرمایا۔

محاکمہ بیانِ سابق اور عباراتِ منقولہ سے یہ امر واضح ہو گیا۔ کہ سورۃ والنجم کی آیاتِ مذکورہ معراج آسمانی کے بیان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا قرب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (بلا تشبیہ) دو کمانوں کی مقدار ہو گیا یا اس سے زیادہ نزدیک ہو گیا۔ حدیث شریک جو بخاری مسلم دونوں نے روایت کی ہے۔ اسی معنیٰ کی مؤید ہے۔ یہ حدیث جس میں اللہ تعالیٰ کے "دنو" اور "تدلی" کا بیان ہے (بخاری شریف جلد دوم

Marfat.com

ص۱۲۱ اور مسلم شریف جلد اوّل ص۹۲ پر موجود ہے اور تفسیر آیت میں جو اللہ تعالیٰ یا جبرئیل علیہ السلام کی طرف ضمیریں راجع کرنے کا اختلاف تھا۔ حدیث شریک نے اس کا فیصلہ کر دیا۔ کہ اس میں صاف موجود ہے۔ وَدَنَا الجبّار رَبُّ العِزَّۃِ فَتَدَلّٰی (جبریل نہیں) بلکہ جبار رب العزۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا۔ اور اسی نے زیادتی قرب کو طلب فرمایا۔ الخ

ایک سوال کا جواب اگر کہا جائے کہ وہ تمام احادیث اس بیان کیخلاف ہیں جن میں وارد ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نے اپنی اصلی صورت حضور علیہ السلام کو دکھائی۔ تو اس کا جواب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں یوں ارقام فرمایا ہے۔ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھنا حق اور ثابت ہے۔ لیکن کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ والنجم کی ان آیات میں رؤیت جبریل مراد لی ہے۔ یہاں تک کہ حدیث کی مخالفت لازم آجائے (تفسیر کبیر جلد ہفتم ص۷۰۳) معلوم ہوا کہ کسی قسم کا تعارض نہیں ہے۔

حدیث شریکؓ پر کلام اگر اعتراض کیا جائے کہ روایت شریک پر محدثین نے طعن و تشنیع کی ہے۔ امام مسلم نے ان کی حدیث روایت کر کے فرمایا وَقَدَّمَ فِیْہِ شَیْئًا وَاَخَّرَ وَزَادَ وَنَقَصَ۔ اسی طرح دیگر محدثین نے اس روایت کو ساقط قرار دیا۔ اس لئے اس سے استدلال صحیح نہیں۔

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک حدیث جب طرقِ متعدد اور اسانیدِ مختلفہ سے روایت ہوتی ہے۔ تو بسا اوقات اس میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔ جس کے بے شمار نظائر خود صحیحین میں موجود ہیں۔ ایک حدیث افک ہی کو لے لیجئے بہت سی کمی بیشی آپ کو ملے گی۔ اگر اس کمی بیشی کو مطلقاً اسبابِ طعن میں شمار کر لیا جائے تو طرق متعددہ سے مروی ہونے والی احادیث میں سے شاید ہی کوئی حدیث صحت کے درجہ کو پہنچے۔

پھر یہ کہ جب رجال حدیث سب ثِقہ ہیں۔ اور صحیحین نے اس کو روایت بھی کیا۔ اس کے بعد کس بنا پر اسے ناقابل احتجاج کہا جاتا ہے۔

لطف کا مقام یہ ہے کہ معراج منامی ثابت کرنے والے اسی روایت شریک سے استدلال کرتے ہیں۔ اور انھیں اس وقت محدثین کے یہ جملہ مطاعن فراموش ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس روایت پر طعن کرتے وقت انھیں بخاری مسلم کی صحت کا پاس لحاظ بھی باقی نہیں رہتا۔ ہماری نظر میں روایت شریک قابل استدلال ہے۔ اس لئے کہ صحیحین نے اس کو روایت کیا اور اس میں طعن و تشنیع کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ رہا یہ امر کہ معراج کا قبل البعثت ہونا ان حدیث میں مروی ہے جو خلاف اجماع ہے۔ تو اس کا جواب ہے کہ بعثت سے پہلے فرشتوں کا آنا اس حدیث میں مذکور ہے معراج قبل البعثۃ ہرگز مذکور نہیں۔ قبل البعثۃ فرشتے آئے تھے۔ مگر ویسے ہی واپس چلے گئے۔ پھر کسی دوسری شب آئے

Marfat.com

دیکھئے اسی حدیث میں ہے۔ فَلَمْ یَرَهُمْ حَتّٰی اَتَوْهُ لَیْلَةً اُخْرٰی۔
یعنی وحی سے پہلے ایک رات فرشتے آکر چلے گئے۔ پھر حضور علیہ السلام نے اس
کے بعد انہیں نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ کسی اور شب میں آئے۔ اور وہ شب بعثت
کے بعد ہے۔ جیسا کہ اسی روایتِ شریک میں موجود ہے۔ کہ فرشتوں نے آسمانِ اوّل
پر دریافت کیا۔ کہ وَقَدْ بُعِثَ کیا وہ معبوث ہو گئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے
کہا نَعَمْ ہاں مبعوث ہو گئے۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں۔ فَاِنَّہٗ ظَاهِرٌ فِیْ
اَنَّ الْمِعْرَاجَ کَانَ بَعْدَ الْبِعْثَةِ (فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۴۱۰) یعنی اس سوال و
جواب سے ظاہر ہے۔ کہ اس روایت میں بھی معراج بعد البعثت ہی کا بیان ہے
اس کے علاوہ دیگر مخالفات کی تطبیق اور طعن و تشنیع کا جواب بھی صاحبِ فتح الباری
کے کلام سے ظاہر ہے۔ مَنْ شَاءَ الْاِطِّلَاعَ فَلْیَرْجِعْ اِلَیْهِ۔ اس روایت
سے جو لوگ معراج منامی پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کا جواب حدیثِ معراج
پر کلام کے ضمن میں قارئین کرام نے پڑھ لیا ہوگا۔ اعادہ کی حاجت نہیں
مختصر یہ کہ حدیثِ شریک سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ کہ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ
قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں اللہ تعالیٰ کا قرب اور زیادتیٔ قرب مراد ہے
اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قریب ہوا۔ کہ جیسے
دو کمانوں کی مقدار ہوتی ہے۔ یا اس سے بھی زائد۔ یہ قرب جبرئیل علیہ السلام
کا نہیں۔ بلکہ ربِّ جبار کا ہے۔

Marfat.com

قابَ قوسین قابَ مقدار کو کہتے ہیں۔ قوس کے معنی ہیں کمان۔ اس کی حقیقت کا علم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے۔ لیکن اس قرب کو قاب قوسین سے تعبیر فرمانے کی حکمت یہ ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ جب دو سردار آپس میں معاہدہ کرتے تھے تو دونوں اپنی کمانوں کو ملا کر ایک تیر پھینکا کرتے تھے جو اس بات کی دلیل ہوتا تھا کہ دونوں آپس میں ایسے متفق ہیں جو تیر ایک کی کمان سے نکلا وہی دوسرے کی کمان کا قرار پایا۔ ایک کی جنگ دوسرے کی جنگ اور ایک کی صلح دوسرے کی صلح متصوّر ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وہ قرب عطا فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنا حضور علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنا ہے۔ اور حضور علیہ السلام سے صلح کرنا اللہ تعالیٰ سے صلح کرنا ہے۔

قربِ حقیقی قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں جس قرب کا بیان ہے۔ صوفیائے کرام اسے فنائے تام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کی تجلّیات جب مقرّبین پر پڑتی ہیں۔ تو وہ انوارِ صفات سے متصّف ہو جاتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہوگی؟ کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ نہ بتا سکتا ہے۔

رؤیتِ باری تعالیٰ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ضمیر منصوب کا مرجع اللہ ہے (دیکھئے روح المعانی پ ۲۷ ص ۴۶) اور معنی یہ ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔ دوسری مرتبہ سر کی آنکھ

Marfat.com

سے۔ رواہ الطبرانی۔ روح المعانی پ ۲۷ ص ۴۶ مواہب لدنیہ جلد دوم ص ۳۷

ایک اعتراض کا جواب حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ اگر کوئی کہتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو دیکھا۔ تو یہ بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ جو شخص کہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اُس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور علیہ السلام کے لئے رؤیت باری کے منکر ہیں۔ بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سورۃ والنجم کی اس آیت وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی کے متعلق سوال کیا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنَّمَا رَأَیْتُ جِبْرَئِیْلَ مُنْهَبِطًا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیث سے بھی حضور علیہ السلام کی رؤیتِ باری کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے امام قسطلانی شارح بخاری نے فرمایا۔ کہ حدیث میں جو "دنو" اور "تدلی" مذکور ہے۔ وہ سورۃ والنجم میں مذکورہ "دنو اور تدلی" کا غیر ہے۔ کیونکہ سورۃ والنجم میں جبریل علیہ السلام کا "دنو" "تدلی" اور رؤیت مراد ہے۔ پھر مسلم شریف میں حضرت ابوذر کی حدیث ہے۔ جس میں وارد ہے۔ کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا کہ حضور آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ۔ وہ نور ہے میں

Marfat.com

اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ علاوہ ازیں سرِاقدس کی آنکھ سے رب تعالیٰ کو دیکھنے کی نفی حدیث میں بھی وارد ہے۔ جیسا کہ روح المعانی وغیرہ میں موجود ہے اور لطف یہ ہے کہ اس کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس ہیں۔ نیز یہ کہ رؤیت زمان و مکان، مسافت جہت اور احاطہ مرئی کے بغیر ناممکن ہے۔ اگر رؤیتِ عینی کو ثابت کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے لئے معاذ اللہ جہت، زمان، مسافت اور محدودیت سب کچھ ثابت ہو جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ اُمّ المومنین ہیں۔ انھوں نے بڑی شدت سے حضور علیہ السلام کے لئے رؤیتِ باری کا انکار فرمایا۔ اور آیہ قرآنیہ لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ اور مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ سے استدلال کے جواباً گذارش ہے۔ کہ رؤیتِ باری کے مسئلہ پر ہم ذرا تفصیل سے کلام کرنا چاہتے ہیں۔ سب سے پہلے ان بے دین فلاسفہ کے مسلک پر کلام کرتے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رؤیت کو محال قرار دیا ہے۔ اوّل تو اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ کہ فلاسفہ نے کسی چیز کی رؤیت کیلئے جو شرطیں ضروری قرار دی ہیں۔ ان کا ضروری ہونا عادتاً ہے عقلاً نہیں یعنی عادت اسی طرح جاری ہے کہ مثلاً جہت مقابلہ زمان و مکان کے بغیر کسی چیز کا دیکھنا متحقق نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ خرقِ عادت کے طور پر ان شرائط کے بغیر بھی رؤیت کو واقع کر دے۔ اور معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

رؤیت خرق عادت ہی کے طریقے پر ہوئی ہے۔ لہٰذا کوئی اعتراض وارد نہ ہوا۔

ایک شبہ کا جواب اگر اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ممکن ہوتا تو جب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا۔ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ تو اللہ تعالیٰ لَنْ تَرَانِیْ کے ساتھ جواب نہ دیتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت امکان رؤیتِ باری تعالیٰ کی روشن دلیل ہے۔ اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ سوال اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ رؤیتِ باری تعالیٰ کے امکان کا اعتقاد رکھتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا دیکھنا محال مانا جائے تو یہ اعتقاد گمراہی اور ضلالت قرار پائے گا۔ کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہو اس کو ممکن ماننا سخت گمراہی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے کلیم اور اولو العزم رسول ہیں کس طرح گمراہی کا اعتقاد رکھ سکتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ممکن ہے۔ ورنہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر (معاذ اللہ) گمراہی اور ضلالت کا الزام عائد ہوگا۔ اور یہ الزام قطعاً باطل ہے لہٰذا اس کا محال ہونا بھی باطل ہوا۔ وللہ الحمد

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا: وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ قیامت کے دن ایمان والوں کے چہرے اپنے رب کو دیکھ کر تروتازہ ہوں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رؤیت محال ہو تو قیامت کے دن مومن کیسے دیکھیں گے۔

اس کے بعد قرآن کریم کی ان آیتوں پر کلام کرتا ہوں۔ جن سے بظاہر

Marfat.com

رؤیتِ باری تعالیٰ کی نفی ثابت ہوتی ہے۔

پہلی آیت:۔ لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔ آنکھیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک فرماتا ہے۔ اور وہ لطیف و خبیر ہے۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی رؤیت کی نفی نہیں۔ بلکہ ادراک کی نفی ہوتی ہے۔ اور ادراک کے معنی رؤیت نہیں بلکہ ادراک احاطہ کو کہتے ہیں۔ اور احاطہ کے معنی ہیں کسی چیز کو گھیر لینا لہٰذا آیت کریمہ کے معنی ہوئے تمام آنکھیں اللہ تعالیٰ کو گھیرے میں نہیں لے سکتیں۔ اور اللہ تعالیٰ سب آنکھوں کو محیط ہے۔ اور سب کو اپنے علم و قدرت کے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ لہٰذا اس آیہ مبارکہ سے اس رؤیت کی نفی ثابت ہوئی۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا احاطہ ہو جائے۔ لیکن رؤیتِ بلا احاطہ کی نفی اس سے ثابت نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ اس حدیث مبارکہ میں ثنائے الٰہی کے احصاء اور احاطہ کی نفی ہے۔ معاذ اللہ مطلق ثنا کی نفی نہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی کوئی ثنا نہیں کی۔ پس ظاہر ہوگیا کہ جس طرح احاطہ ثنائے الٰہی کی نفی سے مطلق ثنائے الٰہی کی نفی ثابت نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح رؤیت بالاحاطہ کی نفی سے مطلق رؤیت کی نفی بھی ثابت نہیں ہوسکتی

دوسری آیت: مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ

Marfat.com

حِجَاب ڈ کسی بشر کے لائق نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے۔ لیکن وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے۔ اس آیت سے بھی حضور علیہ السلام کے دیدارِ الہٰی کی نفی نہیں ہوئی کیونکہ سوق آیت نفی رؤیت کیلئے نہیں۔ بلکہ بے حجاب نفی کلام کے لئے ہے۔ اور آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی بشر سے بے حجاب کلام نہیں کرتا۔ رہا یہ امر کہ بغیر کلام کے اپنا دیدار بھی کسی کو دکھاتا ہے۔ یا نہیں۔ تو مضمون آیت کو اس سے کوئی تعلق نہیں اور کلام اس سے ساکت ہے

علاوہ ازیں یہ حکم بشر مِنْ حَیْثُ هُوَ بَشَرٌ کے لئے ہے اور جب انسلاخ عن البشریت کا حال طاری ہو۔ اور بشریت کا کوئی حجاب باقی نہ رہے تو پھر یہ حکم نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیدارِ الہٰی ہوا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت باوجود بشریتِ مقدسہ کے منسلخ عن البشریت تھے۔ یعنی بشریتِ مقدسہ موجود تھی۔ مگر قدرت ایزدی سے اوصاف اور خواصِ بشریت کا ظہور نہ تھا۔ اور حجابِ بشریت اُٹھ چکا تھا۔ لہٰذا آیتہ مبارکہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں رؤیتِ باری تعالیٰ کی نفی پر استدلال صحیح نہ ہوا۔ ملاحظہ فرمائیے (تفسیر عرائس البیان جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

اب ان احادیث پر کلام کرتا ہوں جن سے نفی رؤیت باری تعالیٰ ثابت ہوتی ہے۔

منکرینِ رؤیت نے ان حدیثوں کو تو پیش کر دیا۔ جن سے وہ بزعمِ خود

Marfat.com

رؤیت کی نفی سمجھتے ہیں۔ لیکن ان احادیث کو دیکھا تک نہیں جن سے رؤیتِ باری تعالیٰ کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ دیکھئے طبرانی شریف میں موجود ہے۔
عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا اِنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِبَصَرِہٖ وَمَرَّۃً بِفُؤَادِہٖ۔ رَوَاہُ الطِّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری شریف مواہب اللدنیہ میں اسی حدیث کے اسناد کے متعلق فرماتے ہیں۔ رِجَالُہٗ رِجَالُ الصَّحِیْحِ خَلَا جَھُوْرِ بْنِ الْمَنْصُوْرِ الْکُوْفِیِّ وَجَھُوْرُ بْنُ الْمَنْصُوْرِ قَدْ ذَکَرَہٗ اَبُوْ حَبَّانَ فِی الثِّقَاتِ۔ ترجمہ:- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے بیشک ابن عباس فرماتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ایک مرتبہ سر اقدس کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ اپنے قلب مبارک کی آنکھ سے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ اور اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے جہور بن المنصور کوفی کے۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے

رؤیت عینی اور رؤیتِ قلبی اس میں شک نہیں کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نفی رؤیتِ باری میں حدیث مروی ہے۔ اور دیگر صحابہ کرام سے ثبوت رؤیت کے بارے میں بھی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ اور وہ تین قسم کی حدیثیں ہیں۔ ایک وہ ہے جس میں مطلق رؤیت کا ذکر ہے۔ دوسری وہ جس میں رؤیتِ عینی کی تصریح ہے۔ تیسری وہ جس میں رؤیتِ قلبی کا ذکر

Marfat.com

وارد ہے۔ اسی وجہ سے مسئلہ رویت میں اختلاف واقع ہوا۔ بعض کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو قلب مبارک کی آنکھ سے دیکھا او بعض نے کہا سر اقدس کی آنکھ سے دیکھا۔ اور بعض کا مذہب ہے کہ سرِ اقدس اور قلب مبارک دونوں کی آنکھوں سے دیکھا۔

رؤیتِ عینی کے قائلین صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔ ثُمَّ اِنَّ الْقَائِلِیْنَ بِالرُّؤْیَةِ اِخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ اِنَّهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ رَاٰی رَبَّهٗ سُبْحَانَهٗ بِعَیْنِهٖ وَرَوٰی ذٰلِکَ ابْنُ مَرْدُوْیَهْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ مَرْوِیٌّ اَیْضًا عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَۃَ وَاَحْمَدَ بِنْ حَنْبَلْ۔ یعنی پھر قائلینِ رؤیت اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔ بعض کا مذہب ہے کہ حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو اپنے سر اقدس کی آنکھ سے دیکھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قلب مبارک سے دیکھا۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے سر اقدس کی آنکھ سے دیکھنے کو روایت کیا۔ اور یہی قول حضرت ابن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (روح المعانی پ ۲۷ ص ۴۶) اس کے بعد صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔ کہ بعض کا قول ہے۔ حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔ یہ قول حضرت ابوذر اور محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے۔ پھر آگے چل کر صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ کہ بعض حضرات اس طرف گئے

Marfat.com

ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو ایک دفعہ سر کی آنکھ سے دیکھا اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

صاحب روح المعانی نے صوفیائے کرام کا مذہب نقل فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ معظم صوفیاء کا مذہب یہی ہے کہ وہ ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّیٰ میں اللہ تعالیٰ کا قرب اور طلب زیادتی قرب کو حضور علیہ السلام کے لئے تسلیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ جس طرح "دنو" اور "تدلی" اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب اور زیادہ قرب طلب فرمایا۔ اور اسی طرح وہ حضور علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ کے دیدار کو بھی ثابت کرتے ہیں۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرمایا۔ کہ حضور علیہ السلام اپنی ذاتِ پاک کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ فرماتے رہے۔ اس کے بعد صاحب روح المعانی اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرا مذہب بھی یہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سبحانہٗ و تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا۔ اور بہت زیادہ قریب ہوا جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔ (روح المعانی پ ۲۷ ص ۴۸)

Marfat.com

ثبوت رؤیت کی حدیثیں حدیث ۱:۔ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَقُوْلُ اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِبَصَرِہٖ وَمَرَّۃً بِفُؤَادِہٖ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ بِاَسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔ (منقول از مواہب اللدنیہ جلد۲ صـ۳۷) ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی ظاہری آنکھ سے اور دوسری مرتبہ اپنے قلب مبارک کی آنکھ سے۔

حدیث ۲:۔ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَعْجَبُوْنَ اَنْ تَکُوْنَ الْخُلَّۃُ لِاِبْرَاہِیْمَ وَالْکَلَامُ لِمُوْسٰی وَالرُّؤْیَۃُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْرَجَہُ النَّسَائِیُّ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ وَصَحَّحَہُ الْحَاکِمُ اَیْضًا مِنْ طَرِیْقِ عِکْرَمَۃَ (مواہب جلد۲ صـ۳۷)

ترجمہ:۔ کیا تم تعجب کرتے ہو اس بات سے کہ خلتِ ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہو۔ اور کلام موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور رؤیت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔

حدیث ۳:۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ رَوَاہُ اِبْنُ خُزَیْمَۃَ بِاِسْنَادٍ قَوِیٍّ۔ (مواہب جلد۲ صـ۳۷) ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ جو حضور علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت کرتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کا کیا جواب دیں گے وہ فرماتی ہیں حضور علیہ السلام نے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ تو حضرت امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ کہ میں حضرت عائشہ کی حدیث کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک سے دوں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ رَأَیْتُ رَبِّیْ۔ حضور علیہ السلام کا قول مبارک حضرت عائشہ کے قول سے بہت بڑا اور وزنی ہے۔ (فتح الباری)

اور امام احمد ہی سے مروی ہے۔ جب ان سے دریافت کیا جاتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو آپ فرماتے رَاٰہُ رَاٰہُ حَتّٰی اِنْقَطَعَ نَفَسُہٗ۔ ہاں ہاں دیکھا ہے۔ دیکھا ہے۔ مسلسل اسی طرح فرماتے رہتے۔ یہاں تک کہ آپ کا سانس منقطع ہو جاتا۔

(روح المعانی۔ ماخوذ از فتح الملہم جلد ۱ ص۳۳۸)

کشمیری صاحب فیض الباری میں سورہ والنجم کے بارے میں لکھتے ہیں وَالرُّؤْیَۃُ فِیْہَا عِنْدِیْ رُؤْیَتُہٗ رَبَّہٗ جَلَّ سُبْحَانَہٗ کَمَا اخْتَارَہٗ اَحْمَدُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (فیض الباری جلد ۲ ص۲) یعنی میرا مسلک یہ ہے۔ کہ سورۃ والنجم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی رؤیت مراد ہے۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔

حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا حضور! آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ۔ میں نے اسے جہاں سے بھی دیکھا

Marfat.com

وہ نور ہی نور ہے۔ اسی طرح ان کی دوسری حدیث ہے۔ جو اس کے بعد مسلم جلد اول میں مذکور ہے۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں۔ کہ میرے سوال رُویت کے جواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "رَاَیْتُ نُوْرًا" میں نے نور دیکھا ان دونوں حدیثوں میں لفظ نور سے نور کے متعارف معنی مراد نہیں۔ کیونکہ نور ایک عرض ہے۔ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ عرض و جوہر سے پاک ہے۔ بلکہ یہاں نور سے تجلّیٔ ذات مراد ہے۔ اور معنی یہ ہیں۔ کہ میں نے جہاں دیکھا تجلّیٔ ذات کو دیکھا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رؤیتِ باری تعالیٰ کے عدمِ امکان پر آیۂ کریمہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ سے استدلال کیا۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا وَیْحَکَ ذٰلِکَ اِذَا تَجَلّٰی بِنُوْرِہِ الَّذِیْ ھُوَ نُوْرُہٗ۔ تجھ پر افسوس ہے۔ عدمِ ادراک تو اس وقت ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے اس نور کے ساتھ تجلّی فرمائے۔ جو اس کا نور ہے۔ (یعنی غیر متناہی ظہور کی تجلّی فرمائے جس کا ادراک اور احاطہ ناممکن ہے۔ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رؤیتہ تو غیر متناہی ظہور کا احاطہ نہیں ہے۔ جس کے عدم امکان کو آیت لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ سے ثابت کیا جائے۔ (روح المعانی پ۲ ص۴۵)

تطبیق جن احادیث میں رؤیت کی نفی وارد ہے۔ وہ سب اس رؤیت پر محمول ہیں۔ جو احاطہ کے ساتھ ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

عنہا کا آیت کریمہ لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ سے استدلال فرمانا اس کا روشن قرینہ ہے۔ کیونکہ ادراک احاطہ کو کہتے ہیں۔ اور احاطہ کی نفی مطلق دیکھنے کی نفی کو مستلزم نہیں۔ اسی طرح رؤیت عینی کی نفی میں جو حدیثیں آئی ہیں۔ ان سب کا مفاد بھی نفی احاطہ ہے۔ جَمْعًا بَیْنَ الْاَدِلَّۃِ۔ کیونکہ بیان سابق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی رؤیت عینی کے ثبوت میں صاف اور واضح حدیثیں (جن کی سندیں صحیح اور نہایت قوی ہیں) قارئین کرام کے سامنے ہم پیش کر چکے ہیں۔ نفی اثبات کی معارض ہے۔ اب دفع تعارض کی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ کہ نفی کی تمام حدیثیں رؤیۃ بالاحاطہ پر حمل کی جائیں ورنہ تعارض رفع نہ ہو سکے گا۔ اور اگر اس طرح رفع تعارض نہ کیا جائے۔ تو پھر اصولی طور پر ہماری طرف سے وہی جواب ہو گا۔ جو صاحب تفسیر مظہری نے دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ قُلْتُ وَقَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَعَائِشَۃَ شَھَادَۃٌ عَلَی النَّفْیِ وَشَھَادَۃٌ عَلَی الْاِثْبَاتِ اَرْجَحُ۔ (تفسیر مظہری جلد ۹ پ ۲۷ ص ۱۲۰) یعنی (ثبوت رؤیت کے مقابلہ میں) حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ کا قول شہادت علی النفی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ شہادت علی الاثبات راجح ہوتی ہے۔ لہٰذا نفی رؤیت کا قول مرجوح قرار پائے گا۔

اس کی نظیر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کعبہ مطہرہ میں نماز پڑھنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے (خانہ کعبہ کے اندر) نماز پڑھنے کی نفی کرتے ہیں۔ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ثابت کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھی۔ نفی اور اثبات دونوں کی حدیثیں صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ محدثین نے اس تعارض کو اسی طرح اٹھایا۔ کہ اثبات، نفی پر راجح ہے۔ لہٰذا ثبوت کی حدیث نفی کی حدیث پر راجح ہوگی۔

رؤیتِ قلبی کے معنی بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رؤیتِ قلبی کے یہ معنی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک میں ایک ایسا علم حاصل ہو گیا جسے رؤیتِ قلبی سے تعبیر کر دیا گیا۔ یا حضور علیہ السلام کے قلبِ مبارک پر اللہ تعالیٰ نے ایسی تجلی فرمائی جس تجلی کی وجہ سے قلبِ مبارک میں رؤیت جیسی حالت پیدا ہو گئی لیکن اہلِ حق کے نزدیک رؤیتِ قلبیہ سے یہ مراد ہے۔ کہ چشمِ سر کی بینائی قلبِ مبارک میں رکھ دی گئی۔ جو بینائی سرِ اقدس کی مبارک آنکھ کو حاصل تھی بالکل بلا تفاوت بعینہٖ وہی بینائی قلبِ مطہر کو حاصل ہو گئی قلبِ مبارک ہو بہو چشمِ ظاہری کی طرح دیکھتا تھا۔ کیونکہ دیکھنے کے لئے عقلاً ظاہری آنکھ کا ہونا شرط نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس عضو میں چاہے آنکھ کی طرح بینائی پیدا کر سکتا ہے۔ اگرچہ عادتِ الٰہیہ اسی طرح جاری ہے، کہ آنکھ ہی میں بینائی کو پیدا فرماتا ہے لیکن وہ خرقِ عادت پر بھی قادر ہے

Marfat.com

اور بلا شبہ اس قادر قیوم نے خرقِ عادت کے طور پر شبِ معراج اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر میں چشم مبارک کی بینائی پیدا فرمادی۔ اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اور قلب اطہر دونوں سے اپنے ربِّ کریم کو یکساں دیکھا۔ دیکھئے امام قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ شریف میں فرماتے ہیں۔ ثُمَّ اِنَّ الْمُرَادَ بِرُؤْیَۃِ الْفُؤَادِ رُؤْیَۃِ الْقَلْبِ لَا مُجَرَّدُ حُصُوْلِ الْعِلْمِ لِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ عَالِمًا بِاللّٰہِ عَلَی الدَّوَامِ بَلْ مُرَادُ مَنْ اَثْبَتَ لَہٗ اَنَّہٗ رَاٰہُ بِقَلْبِہٖ اِنَّ الرُّؤْیَۃَ الَّتِیْ حَصَلَتْ لَہٗ خُلِقَتْ لَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ کَمَا تُخْلَقُ الرُّؤْیَۃُ بِالْعَیْنِ لِغَیْرِہٖ وَالرُّؤْیَۃُ لَا یُشْتَرَطُ لَہَا شَیْئٌ مَخْصُوْصٌ عَقْلًا وَلَوْجَرَتِ الْعَادَۃُ بِخَلْقِہَا فِی الْعَیْنِ انتہیٰ (مواہب اللدنیہ جلد ثانی ص)

ترجمہ: پھر مخفی نہ رہے کہ "رویۃ فواد" سے "دل کا دیکھنا" مراد ہے۔ نہ یہ کہ صرف علم حاصل ہو گیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم علی الدوام عالم باللہ ہیں۔ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رویۃ قلبیہ ثابت کی ہے ان کی مراد یہ ہے۔ کہ جس طرح کسی کی آنکھ میں بینائی پیدا کی جاتی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں بینائی پیدا کر دی گئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی رویۃ حاصل ہوئی۔ اور رویۃ کے لئے عقلاً کسی خاص جزوِ بدن کا ہونا یا کسی مخصوص شے کا پایا جانا قطعاً ضروری نہیں۔ اگرچہ عادتاً بینائی آنکھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ قادر ہے۔

Marfat.com

کہ خرقِ عادت کے طور پر آنکھ کے علاوہ کسی اور عضو میں بینائی پیدا کر دے

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تقریر اس امر کی روشن دلیل ہے

کہ رؤیتِ قلبیہ اور رؤیتِ عینیہ دونوں کا مفاد ایک ہے۔ وَلِلّٰہِ الحَمْدُ۔

مسئلہ رؤیت میں حرفِ آخر امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب اللدنیہ میں استاذ عبدالعزیز مہدی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بیان نقل کیا ہے۔ جس کا اردو خلاصہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو حضور علیہ السلام نے ہر ایک کو اس کی عقل اور مرتبہ کے موافق حالات بتائے۔ کفار کو جو سب سے نیچے اور انتہائی پستی میں تھے صرف عالمِ اجسام کی باتیں بتائیں مثلاً مسجد اقصےٰ کا حال جو انھیں پہلے سے معلوم تھا۔ یا راستے میں قافلہ کے حالات بتائے جو جلد ہی ان کے سامنے آگئے۔ جن کی وجہ سے ان کے دل اس واقع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کیلئے مجبور ہوگئے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے (واقعات معراج بیان کرنے میں کچھ ترقی فرمائی۔ اور آسمانوں پر تشریف لے جانے اور وہاں کے عجائب و غرائب مشاہدہ فرمانے کو بیان فرمایا۔ لیکن ہر صحابی کو اس کے حسب حال خبر دی۔ جو جس مرتبہ کا تھا۔ اس سے

Marfat.com

اسی کے لائق کلام فرمایا۔ اور ساتویں آسمان تک بغیر تنگی اور مزاحمت کے حالات بیان فرمائے۔

(واقعات بیان فرماتے ہوئے) حضور علیہ السلام جب مقام جبریل علیہ السلام پر پہنچے۔ تو اُفقِ مبین کی بات بیان فرمائی۔ اور اس کے مافوق مقام "دَنیٰ فَتَدَلّٰی" اور "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی" کا وہ بلند مقام جہاں مخلوقات کے تصورات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اور ماسوا اللہ کے تمام صورتیں ساقط ہو جاتی ہیں، ان بارگاہِ اقدس کی خبر بھی صحابہ کرام کو (ان کے مرتبہ اور مقام کے لائق) دی۔ یہ بیانِ معراج گویا سننے والے صحابہ کرام کیلئے بمنزلہ معراج تھا، اس لئے ہر ایک نے اس سے اپنے مرتبہ کے موافق حصّہ پایا۔ کوئی مقام جبریل تک رہا۔ کوئی رؤیت فؤاد اور بصیرہ تک پہنچا اور کسی رؤیتہ عینی کے بیان کا حصّہ نصیب ہوا۔ اس لئے کسی نے کہا کہ حضور علیہ لسلام نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ اس نے بھی سچ کہا۔ کسی نے کہا کہ حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اس کی بات بھی حق ہے۔ پھر جس کے حصّہ میں رؤیت قلبی کا بیان آیا۔ اس نے رؤیت قلبی کو بیان کیا۔ اور جس نے رؤیت عینی کی بات سُنی اس نے صاف کہا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

اپنے سر اقدس کی مبارک آنکھوں سے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا مختصر یہ کہ ہر ایک نے اپنے مرتبے اور مقام کی بات کی۔ اور یقیناً سچی بات کی۔ جب یہ حقیقت واضح ہو گئی تو بخوبی معلوم ہو گیا کہ رویۂ جبریل علیہ السلام اور رویۂ باری تعالیٰ نیز رویۂ قلبیہ اور رویۂ عینیہ کے جملہ مقامات اور ان کے بارے میں اختلاف اقوال سب صحیح ہیں۔ عبداللہ بن مسعود، عائشہ صدیقہ، کعب قرظی ابوذر غفاری۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب حق پر ہیں" (مواہب اللدنیہ جلد ثانی ص۳۷ و ص۳۵)

حضور علیہ السلام کا شاہد ہونا امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو شاہد بنا کر بھیجا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۔ اے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ چونکہ شاہد کے لئے مشاہدہ ضروری ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہفت سماوات اور وہاں کے موجودات و مخلوقات کا مشاہدہ حضور علیہ السلام کو کرایا۔ دوزخ و جنت سب کچھ دکھایا۔ تاکہ دوستوں دشمنوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ جزا و سزا تیار کر رکھی ہے وہ اپنے حبیب علیہ السلام کو دکھائے۔ جب تمام موجودات کا مشاہدہ کرا دیا پھر اپنی بارگاہِ قدس میں بلا کر اپنا جمال بھی دکھایا۔ (زمینوں کا مشاہدہ بھی

Marfat.com

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ حدیث شریف میں وارد ہے: اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ لیا۔ میں نے اس کی مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا۔ بلکہ ساری دنیا کو حضور علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ رَوَاہُ الطِّبْرَانِیُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا (مواہب اللدنیہ جلد ثانی ص ۱۹۲)

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ساری دنیا کو ظاہر فرما دیا۔ تو میں ساری دنیا کو دیکھ رہا ہوں۔ اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا سب کچھ دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ خلاصۃ کہ اللہ نے شب معراج سب چیزیں دکھا کر اپنی ذات پاک بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھادی۔ تاکہ ان کا شاہد ہونا متحقق ہو جائے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی پس وحی کی اللہ نے اپنے مقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ جو وحی کی (خازن) اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ وحی فرمائی۔ وہ بلا واسطہ ہے۔ روح البیان میں ہے: قَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی بِلَا وَاسِطَۃٍ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ سِرًّا اِلٰی قَلْبِہٖ (روح البیان جلد ۹ ص ۲۲۱)

Marfat.com

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا وسطہ
ی فرمائی۔ جو پوشیدہ طور پر ان کے قلب اطہر پر واقع ہوئی۔
وہ وحی کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ نے اسے لفظ مَا سے تعبیر فرما کر اس حقیقت
ظاہر فرما دیا۔ کہ وہ ایسی عظیم الشان وحی تھی جو تفصیل سے بے نیاز ہے۔ اجمالی
ر پر ہم اس مقام پر یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ دین و دنیا کی جسمانی و روحانی ظاہری
ی نعمتیں اور علوم و معارف جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی
مت کے مطابق دے سکتا تھا۔ وہ سب کچھ دے دیا۔ البتہ ہر نعمت اور ہر علم و حکمت
ظہور اپنے اپنے وقت پر ہوا اور ہوتا رہے گا۔ دیکھئے شفاعت بھی حضور علیہ السلام
دی گئی اور اس میں آج تک کسی مسلمان نے اختلاف نہیں کیا۔ لیکن دنیا جانتی ہے
اس کے ظہور کا وقت روزِ محشر ہوگا! معلوم ہوا کہ اگر کسی وقت کسی کمال کا
ہور نہ ہو تو اس عدم ظہور سے عدم وجود لازم نہیں آتا۔
یوں کہنے کے لئے تو یہ بات بہت معمولی اور مختصر سی نظر آتی ہے
مگر اس کی گہرائی پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ منکرینِ کمالاتِ نبوت
کے بے شمار اعتراضات کا جواب یہی معمولی سی بات ہے۔

حدیثِ شریک کی طرف مراجعت ہمارے ناظرین کرام کو یاد ہوگا کہ
حدیث شریک پر کلام کرتے ہوئے ہم اتنی دور نکل آئے۔ ہم نے یہ بتایا تھا کہ
بخاری مسلم میں بروایت شریک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقعہ معراج

Marfat.com

میں مروی ہے۔ وَدَنَا الجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّۃِ فَتَدَلّٰی حَتّٰی کَانَ مِنْہُ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (بخاری جلد دوم صـ۱۱۲ مسلم جلد اوّل صـ۹۲)

ترجمہ: پھر قریب ہوا جبار رب العزت اور اس نے زیادہ نزدیکی طلب یہاں تک کہ ہو گیا وہ رب العزۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مقدار دو کمان کی یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوا۔ اس حدیث میں نزدیک ہونے کا اور زیادہ نز طلب کرنے کا اور دو کمانوں کی مقدار یا اس سے زیادہ نزدیکی کا فاعل " جبار رب العزۃ" عبارۃ النص میں مذکور ہے۔ اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ حد بیانِ معراج ہی میں وارد ہے؟ جو لوگ اس حدیث کو ناقابلِ احتجاج ثابت کرنے کے لئے اعتراضاً کہہ دیتے ہیں۔ کہ اس میں بہت سی کمی بیشی اور تقدیم و تا ہے۔ اور ساتھ ہی ثقات کی مخالفت بھی اس میں پائی جاتی ہے۔ اس کا تفصی جواب بیانِ سابق میں ناظرینِ کرام نے پڑھ لیا ہوگا۔ امام ابن حجر عسقلا شارح بخاری نے فتح الباری میں اس بحث کو صاف کر دیا ہے۔

حدیث شریک جب اعتراضات سے بے غبار ہو گئی تو یہ امر متعین ہو گیا۔ جس طرح سورۃ والنجم کی ابتدائی آیات واقعہ معراج کے بیان میں ہیں۔ اسی طر حدیث شریک بھی اسی واقعہ معراج میں وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا ضروری ہو گیا کہ حدیث شریک کی منقولہ عبارت وَدَنَا الجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّۃِ فَتَدَلّٰی حَتّٰی کَانَ مِنْہُ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کو سورۃ والنجم کی آیات "ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

Marfat.com

تفسیر قرار دیا جائے۔ اور جس طرح حدیث شریک میں تینوں فعلوں کا فاعل جبّار
بالعزت ہے۔ اسی طرح سورہ والنجم میں بھی دنیٰ تدلّیٰ اور کان تینوں فعلوں کی
ضمیریں رب العزت کی طرف لوٹائی جائیں۔ امام ابنِ حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ
بھی حدیث شریک پر خطابی کے اعتراضات کے مسکت جوابات دیتے ہوئے ارقام
فرماتے ہیں۔ وَقَدْ اَخْرَجَ الْاُمَوِیُّ فِیْ مَغَازِیْہِ وَمِنْ طَرِیْقِ الْبَیْہَقِیِّ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی
لَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰیٰ قَالَ دَنَا مِنْہُ رَبُّہٗ" وَھٰذَا سَنَدٌ حَسَنٌ
وَھُوَ شَاھِدٌ قَوِیٌّ لِرِوَایَۃِ شَرِیْکٍ۔ انتہیٰ (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۴۱۳)

ترجمہ:۔ اموی نے اپنے مغازی میں اخراج کیا۔ اور بیہقی کے طریقہ سے
محمد بن عمرو سے مروی ہے۔ وہ ابو سلمہ سے اور ابو سلمہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے راوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی کے بارے
میں کلام کرتے ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا" نزدیک ہوا حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رب تعالیٰ ان کا"۔ اور یہ سند حسن ہے اور یہ روایتِ شریک
کے لئے شاہد قوی ہے۔ انتہیٰ کلامہ۔ آگے چل کر حافظ ابنِ حجر رحمتہ اللہ علیہ
خطابی کے ایک اور اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ خطابی کا یہ قول
بھی درست نہیں۔ کہ شریک نے تدلی میں ثقات کی مخالفت کی ہے کیونکہ اس کی موافقت
ذکر کر چکا ہوں۔ پھر فرماتے ہیں: وَقَدْ نَقَلَ الْقُرْطُبِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ

Marfat.com

قَالَ دَنیٰ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ (فتح الباری جلد ۱۳ صـ ۴۱۴) یعنی اما
قرطبی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا۔ و
فرماتے ہیں " اللہ تعالیٰ نزدیک ہوا" انتہی کلامہٗ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! اہلِ علم کے لئے یہ مسئلہ بالکل بے غبار ہوگیا۔ اور بلا
تشبیہ و تمثیل اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک ہونا اور
نزدیکی طلب فرمانا۔ حتیٰ کہ قوسین کی مقدار یا اس سے بھی زیادہ نزدیک
ہوجانا اچھی طرح ثابت ہوگیا۔ اور سورۂ والنجم کی آیات واضح ہوگئیں

وہم کا منشا جن لوگوں کو حدیث شریک میں وہم ہوا ان کے وہم کا اصل
منشا یہ ہے کہ "دنو" "تدلی"، کو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہ
اس لئے وہم میں مبتلا ہوگئے! حالانکہ یہ "دنو" اور "تدلی" بہ نسبت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمثیل و تشبیہ سے پاک ہے۔

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ معترضین حضرات نے صرف حدیث شریک ہی
کو کیوں ہدف ملامت بنا لیا ہے، حالانکہ دوسری متفق علیہ حدیثوں میں بھی
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے افعال کی اسناد وارد ہیں۔ جو بلا تاویل اللہ
تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہوسکتے۔ دیکھئے حدیث میں وارد ہے۔ یَنْزِلُ
رَبُّنَا اِلَی السَّمَآءِ اور دوسری حدیث میں ہے " مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّی شِبْرًا
تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا۔ اب بتائیے اللہ تعالیٰ کا آسمان کی طرف نازل ہو

Marfat.com

اور بالشت بھر اور ہاتھ بھر قریب ہونا بلا تاویل کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔
اور اگر یہاں تاویل جائز ہے تو حدیث شریک میں کیوں ناجائز ہوئی۔
الحمدللہ! ہماری اس تقریر سے روایتِ شریک بالکل بے غبار ہوگئی۔ اور اس میں کوئی خدشہ باقی نہیں رہا۔

لفظِ معراج مِعراج سیڑھی کو کہتے ہیں۔ ایک نورانی سیڑھی جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے لئے قائم کی گئی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانی معراج براق پر نہیں بلکہ سیڑھی پر ہوئی ہے جیسا کہ ابن الحق نے روایت کیا۔ اور امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں روایت فرمایا (زرقانی جلد ۶ ص ۲۳)۔ فقیر راقم الحروف عرض کرتا ہے۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بُراق کی پُشت پر سوار ہو کر سیڑھی پر صعود فرمائیں۔ تو اس میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مزید اکرام ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے براق اور سیڑھی دونوں کا ہونا امرِ بعید نہیں

تکرارِ شقِ صدرِ مبارک علامہ تلمسانی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شقِ قلب مبارک دو مرتبہ ہوا ایک مرتبہ جب حضور علیہ السلام دائی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھے۔ بچپن کے زمانہ میں تاکہ حظِ شیطانی نکل جائے اور دوسری مرتبہ اسراء کے وقت۔ تاکہ عالمِ ملکوت بالخصوص دیدارِ الٰہی کے لئے حضور علیہ السلام کی قوت بالفعل ہو جائے۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے

Marfat.com

فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ نزول قرآن کے قریب بھی شق صدر مبارک واقع ہوا۔ بعض نے کہا کہ بچپن میں قلبِ مبارک کا شق صدر ہونا اس لئے تھا۔ کہ حضور علیہ السلام کا قلب اطہر قلوبِ انبیاء علیہم السلام کی مثل ہو جائے۔ اور ایک مرتبہ لیلۃ المعراج میں تاکہ قلبِ انور قلوبِ ملائکہ کی طرح ہو جائے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ حضور کا شق صدر مبارک نزول وحی سے پہلے ہوا۔ تاکہ قلب مبارک رسولوں کے دلوں کی طرح ہو جائے۔

قافلوں کی حدیثیں

بیانِ سابق میں حدیثِ عیر معالم التنزیل جلد ۴ ص۱۱۲ سے نقل کر چکا ہوں۔ یہ حدیث طبرانی، ابن مردویہ بیہقی، ابن ابی حاتم ابونعیم وغیرہ نے بہت طول کے ساتھ روایت کی ہے۔ بعض مصنفین نے عدم تدبّر کے باعث قافلوں کی حدیثوں میں تخالف سمجھا ہے۔ لیکن دراصل کوئی تخالف نہیں۔ خاتمۃ المحدثین امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ زرقانی شریف جلد ۶ ص ۱۲۶ پر فرماتے ہیں۔

وَلَا خُلْفَ لِاَنَّہٗ مَرَّ بِعِیْرَیْنِ بَلْ بِثَلَاثٍ فَکَانَ اِحْدٰھَا تَاَخَّرَتْ

یعنی احادیث عیر میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو نہیں بلکہ تین قافلوں سے گذرے جن میں سے ایک قافلہ (جو حسب پیشگوئی حضور صلی اللہ وسلم شام کو غروبِ شمس سے پہلے مکہ میں آنے والا تھا) پیچھے

Marfat.com

رہ گیا تھا جس کی وجہ سے سورج روک دیا گیا۔ اور جب تک ۵ قافلہ مکہ معظمہ میں داخل نہ ہو گیا سورج غروب نہ ہوا۔) مواہب اللدنیہ جلد ۲ ص ۴

تینوں قافلوں کا اجمالی تذکرہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح فرماتے ہیں۔ وَقَدْ رَوَى الطَّبْرَانِي وَابْنُ مَرْدُوِيَةَ عَنْ اُمِّ هَانِي قَالُوْا أَخْبِرْنَا عَنْ عِيْرِنَا، فَقَالَ اَتَيْتُ عَلٰى عِيْرِ بَنِي فُلَانٍ بِالرَّوْحَاءِ قَدْ ضَلُّوْا نَاقَةً لَهُمْ فَانْطَلَقُوْا فِي طَلَبِهَا فَانْتَهَيْتُ اِلٰى رِحَالِهِمْ فَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ اَحَدٌ وَاِذَا قَدَحُ مَاءٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ انْتَهَيْتُ اِلٰى رِحَالِهِمْ فَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ اَحَدٌ وَاِذَا قَدَحُ مَاءٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ انْتَهَيْتُ اِلٰى عِيْرِ بَنِي فُلَانٍ فِيْهَا جَمَلٌ عَلَيْهِ غِرَارَتَانِ غِرَارَةٌ سَوْدَاءُ وَغِرَارَةٌ بَيْضَاءُ فَلَمَّا جَاوَزْتُ الْعِيْرَ نَفَرَتْ وَصُرِعَ ذٰلِكَ الْبَعِيْرُ وَانْكَسَرَ ثُمَّ انْتَهَيْتُ اِلٰى عِيْرِ بَنِي فُلَانٍ فِي التَّنْعِيْمِ يَقْدُمُهُمْ جَمَلٌ اَوْرَقُ عَلَيْهِ مِسْحٌ اَسْوَدُ وَغِرَارَتَانِ سَوْدَاوَانِ وَهَا هُوَ ذِهِ تَطْلُعُ عَلَيْكُمْ مِنَ الثَّنِيَّةِ فَاسْتَقْبَلُوا الْاِبِلَ فَقَالُوْا اَهَلْ ضَلَّ لَكُمْ بَعِيْرٌ قَالُوْا نَعَمْ فَسَأَلُوا الْعِيْرَ الْاٰخَرَ فَقَالُوْا هَلِ انْكَسَرَ لَكُمْ نَاقَةٌ حَمْرَاءُ قَالُوْا نَعَمْ۔ قَالُوْا هَلْ كَانَ عِنْدَكُمْ قَصْعَةٌ مِنْ مَاءٍ فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا وَاللّٰهِ وَضَعْتُهَا فَمَا شَرِبَهَا اَحَدٌ مِنَّا وَلَا اُهْرِيْقَتْ فِي الْاَرْضِ۔ (زرقانی جلد ۶ ص ۱۲۶)

ترجمہ:۔ طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

Marfat.com

سے روایت کیا کہ قریشِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا (اگر آپ واقعی بیت المقدس سے ہو کر آئے ہیں۔ تو) ہمارے قافلوں کا حال بتایئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ایک قافلہ جو بنی فلاں کا تھا (حضور علیہ السلام نے نام بتایا تھا۔ راوی کو نام یاد نہیں رہا۔) میں اُس پر مقامِ روحا میں گزرا۔ ان کی ایک اُونٹنی گم ہوگئی تھی وہ لوگ اس کی تلاش میں گئے ہوئے تھے۔ میں ان کے پالانوں اور سامان کی طرف آیا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ پانی کا ایک پیالہ وہاں رکھا ہوا تھا میں نے اسے پی لیا۔ پھر اس کے بعد میں دوسرے قافلہ تک پہونچا۔ جو بنی فلاں کا تھا (حضور علیہ السلام نے نام بتایا تھا راوی کو یاد نہیں رہا۔) اور یہ قافلہ مقامِ ذی طُویٰ میں تھا جیسا کہ تفسیر معالم التنزیل کے حوالہ سے بیان میں گزر چکا ہے۔ یا مقامِ ذی مُر میں جیسا کہ تفسیرِ مظہری پ۱۵ ص۶ پر مرقوم ہے۔ اُس میں ایک اُونٹ تھا جس پر دو بوریاں لدی ہوئی تھیں۔ ایک سیاہ (دھاری دار) تھی دوسری سفید (دھاری دار) جب میں قافلہ سے ہو کر گذرا تو قافلہ میں سے ایک اُونٹ بھاگا۔ وہ گر پڑا۔ اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ پھر میں تمہارے تیسرے قافلے تک پہنچا۔ جو مقامِ تنعیم میں ملا۔ اور وہ بنی فلاں کا تھا۔ اس قافلہ کے آگے آگے ایک بھورے رنگ کا اونٹ چل رہا تھا۔ اس پر ایک سیاہ فام حبشی سوار ہے اور دو سیاہ (دھاری دار بوریاں غلہ کی) اس پر لدی ہوئی ہیں۔ اور وہ بالکل قریب آگیا ہے۔ (کدیٰ کی پہاڑی سے) عنقریب طلوعِ شمس کے

Marfat.com

ساتھ چمکنے والا ہے (بیضاوی کشاف مظہری وغیرہ تفاسیر کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ کہ قریش نے اسی قافلہ کے انتظار میں کچھ آدمی بٹھا دیئے تھے اور کچھ لوگ سورج کے انتظار میں مقرر کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ ایک طرف سے آواز آئی۔ کہ سورج نکل آیا۔ فوراً دوسری طرف سے آواز آئی قافلہ آگیا)

جس قافلہ کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ اس کا واقعہ جو ابن حاتم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ قَدْ اَضَلُّوْا الْبَعِيْرَا لَهُمْ قَدْ جَمَعَهٗ فُلَانٌ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا صَوْتُ مُحَمَّدٍ (زرقانی جلد ۶ صفحہ ۱۲۶)

ترجمہ: قافلہ والوں کا جو اونٹ گم ہو گیا تھا۔ اسے فلاں شخص پکڑ کر لایا تھا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آدمی کا نام بتایا تھا۔ راوی کو یاد نہیں رہا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ان قافلہ والوں پر سلام کہا تو ان میں سے بعض نے کہا یہ محمد کی آواز ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم)

حوالجات | شب معراج قافلوں سے ملنے کی حدیثیں جلیل القدر محدثین و مفسرین نے کہیں طول اور کہیں اختصار کے ساتھ مختلف عبارات میں نقل فرمائیں۔ جن کتابوں سے ان حدیثوں کو ہم نے اس مضمون میں اخذ کیا ہے۔ ان کے نام مع حوالہ صفحات حسب ذیل ہیں۔

Marfat.com

تفسیر[1] ابن جریر پ۱۵ ص۵، تفسیر[2] ابنِ کثیر جلد ۳ ص۲۲، تفسیر[3] بیضاوی جلد ۱ ص۴۷۴، تفسیر[4] کشاف جلد ۲ ص۲۲۳، تفسیر[5] معالم التنزیل جلد ۴ ص۱۱۲، تفسیر[6] خازن جلد ۴ ص۱۱۲، تفسیر[7] سراج منیر جلد ۲ ص۲۷۵، تفسیر[8] مظہری پ۱۵ ص۶۔ تفسیر[9] روح المعانی پ۱۵ ص۶، تفسیر[10] روح البیان جلد ۵ ص۱۲۷،
مواہب[11] اللدنیہ جلد ۲ ص۴۰، زرقانی[12] شرح مواہب جلد ۶ ص۱۲۶،

ماحصل خلاصہ کلام یہ کہ یہ تین قافلے تھے۔ ایک کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ سورج طلوع ہوتے ہی آجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا (تفسیر مظہری پ۱۵ ص۶) دوسرے کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ وہ نصف النہار کے وقت آئے گا۔ وہ حضور کے فرمان کے مطابق عین نصف النہار کے وقت آیا (مواہب اللدنیہ جلد ۲ ص۴۰) تیسرے کی بابت ارشاد فرمایا تھا۔ کہ وہ سورج غروب ہونے سے پہلے مکہ میں داخل ہوگا۔ جب سورج غروب ہونے کا وقت قریب آیا۔ اور وہ قافلہ نہ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک لیا۔ یہانتک کہ قافلہ مکہ معظمہ میں پہنچ گیا۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۲ ص۴۰)

ہر قافلہ کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نشانیاں بتائی تھیں۔ جب وہ قافلے واپس آئے اور کفار مکہ نے ان سے دریافت کیا۔ تو انھوں نے تصدیق کی۔ اور حضور علیہ السلام کی بتائی ہوئی ایک ایک نشانی کو صحیح تسلیم کیا۔ لیکن ایمان نہ لائے۔ اور معاذ اللہ اِنْ ھٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ کہکر

Marfat.com

اپنی شقاوتِ ازلیہ کا ثبوت دیا۔ (تفسیر مظہری وغیرہ)

بیت المقدس کا منکشف ہونا مسند امام احمد و دیگر کتبِ حدیث میں وارد ہے۔ کہ جب مسجدِ اقصیٰ کا نقشہ بیان فرماتے ہوئے تبقاضائے حکمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ہٹی تو اللہ تعالیٰ نے ملکِ شام سے مسجدِ اقصیٰ کو ہٹا کر مکہ معظمہ میں حضرت عقیل بن ابی طالب کے گھر کے ساتھ رکھ دیا۔ اور اس طرح عظمتِ محبوب کا اظہار فرمایا۔ کہ مسجدِ اقصیٰ سے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی سی توجہ کا ہٹ جانا مسجدِ اقصیٰ کے اپنی جگہ سے ہٹ جانے کا موجب ہو سکتا ہے۔

اس مقام پر یہ شبہ درست نہیں کہ دیگر روایات میں "فجلی لی" یعنی میرے لئے بیت المقدس منکشف ہوگیا۔ یا اس کے ہم معنی الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ لہٰذا تعارض ہوگیا۔ کیونکہ تعارض اس وقت ہوتا ہے۔ جب ایک بات دوسری بات کے منافی ہو۔ اور ظاہر ہے۔ کہ بیت المقدس کا منکشف ہونا اس کے دارِ عقیل بن ابی طالب کے پاس رکھے جانے کے منافی نہیں۔ بلکہ اس کا لازم ہے۔ اس لئے کہ جو چیز کہیں سے لا کر ہمارے سامنے رکھی جائے گی۔ وہ ضرور ہم پر منکشف ہوگی۔

جن لوگوں نے امام احمد کی روایت (یعنی مسجد اقصیٰ کے مکہ معظمہ میں لا کر رکھے جانے کی) تاویل کی۔ اور اسے وجودِ مثالی یا صورتِ مثالیہ کے معنی میں لیا۔ انھوں نے تدبر سے کام نہیں لیا۔

Marfat.com

قلبِ مبارک کی آنکھیں اور کان حضور علیہ السلام کے مبارک دل میں دو آنکھیں اور دو کان ایسے ہیں جنھیں ایک حدیث میں تَسمَعانِ اور تُبصِرانِ سے تعبیر کیا گیا۔ اور دارمی اور ابونعیم کی روایت میں حضرت جبریل علیہ السلام کا یہ قول مروی ہے کہ قَلبٌ وَکِیعٌ فِیہِ اُذُنانِ سَمِیعَتانِ وَعَینانِ بَصِیرَتانِ یعنی حضور علیہ السلام کا قلب مبارک نہایت قوی ہے جس میں دو کان سمیع ہیں اور دو آنکھیں بصیر ہیں۔ (شرح شفا لعلی القاری جلد اول ص ۲۷۴) جن کے دل میں کان اور آنکھیں سمیع و بصیر ہیں۔ آج لوگ ان کے سمیع و بصیر ہونے میں تعجب کرتے ہیں۔ فیا للعجب!

حکمت اور ضرورت بعض امور حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ لوگ انھیں ضرورت پر محمول کر کے غلطی میں پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً شبِ معراج بطریق اور اس کے تمام عمال وغیرہ کی انتہائی کوششوں کے باوجود مسجد اقصیٰ کا دروازہ بند نہ ہو سکا۔ اب اگر کوئی یہ سمجھ لے کہ دروازہ کھلے رہنے کی ضرورت تھی۔ اگر بند ہو جاتا تو حضور علیہ السلام مسجد میں کیسے داخل ہوتے؟ تو اس کا یہ سمجھنا قطعاً غلط ہوگا۔ اس لئے کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل علیہ السلام تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کے لئے پہاڑوں کا اٹھا لینا بھی کوئی دشوار نہیں ایک بند دروازہ کا کھول لینا کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ دروازہ کا کھلا رہنا ضرورت کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ اس حکمت کی بنا پر تھا۔ کہ حضور

Marfat.com

علیہ السلام کے مسجد اقصیٰ تشریف لے جانے پر ایک عظمت والا نشان قائم ہو جائے۔ اسی طرح سفرِ معراج میں اکثر امور کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمانا اور ان کا بتانا ضرورت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ اس حکمت کی بنا پر تھا۔ کہ وہ سوال و جواب مذکور رہو۔ اور اُمت کو بھی ان امور کا علم ہو جائے۔ نیز یہ کہ اجنبی مقامات پر جانے والوں کے لئے یہ سوال و جواب کی سُنت قائم ہو جائے۔ اور اس کے طرق و آداب متعین اور مشروع ہو جائیں

معراجِ جسمانی پر تبصرہ بیانِ سابق میں ناظرینِ کرام پڑھ چکے ہیں کہ قرآنِ کریم میں آیتِ اسراء کا پہلا جملہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ معراجِ جسمانی کی دو دلیلوں پر مشتمل ہے۔ ایک "سبحان" دوسرا "عبد" جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ علاوہ ازیں یہ حقیقت چھپائی نہیں جا سکتی۔ کہ مشرکینِ مکہ نے جو واقعۂ معراج کا انکار کیا اور اس پر تمسخر اڑایا یہ بھی معراجِ جسمانی کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر حضور علیہ السلام خواب دیکھنے کا ذکر فرماتے تو اُس پر نہ کسی کو تعجب ہو سکتا تھا نہ تمسخر اور انکار کیلئے کوئی گنجائش ہو سکتی تھی! یہ بھی عظمتِ رسول کا چمکتا ہوا نشان ہے۔ کہ دشمنوں کا انکار اور تمسخر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بہت بڑے کمال یعنی معراجِ جسمانی کے لئے دلیل بن گیا۔

سفرِ معراج کی تمثیل یہ تمام عالم کارخانۂ قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا مالکِ حقیقی ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

محبوب، اگر کوئی شخص کسی بڑے کارخانے کا مالک ہو۔ جس میں ہر قسم کی مشینری لگی ہوئی ہو اور اس سے ہر قسم کا کام ہو رہا ہو۔ کہیں کپاس سے بنولے نکل رہے ہوں، کہیں روئی دھنی جارہی ہو۔ کسی مشین میں سوت کاتا جا رہا ہو۔ اور کسی میں کپڑا بنا جا رہا ہو۔ کسی حصہ میں آٹا پس رہا ہو۔ اور کارخانہ تیزی سے چل رہا ہو۔ ہر مشین کا ہر پرزہ اپنا کام کر رہا ہو۔ کہ یکایک مالک کا محبوب مالک کے بلانے پر آجائے۔ اور اس وقت مالک حکم دے۔ کہ میرے محبوب کے اعزاز میں کارخانہ بند کر دیا جائے اور اسی وقت کارخانہ بند ہو جائے۔ تو ظاہر ہے کہ ہر مشین اسی وقت بند ہو جائے گی۔ اور سارا کام یکدم رک جائے گا۔ کارخانہ بند ہوتے وقت جتنے بنولے کپاس سے نکل کر نیچے گر چکے تھے وہ اسی طرح پڑے رہیں گے۔ اور جو کپاس کے اندر تھے وہ اس کے اندر ہی رہیں گے۔ بنولہ کا جو دانہ کچھ نکل چکا تھا۔ اور کچھ باقی تھا۔ وہ اسی حال میں ٹھہرا رہے گا۔ روئی، سوت، آٹا اور دانہ ہر چیز اپنے حال پر ٹھہری رہے گی۔ اگر وہ کارخانہ ہزار برس بھی بند پڑا رہے۔ تو کوئی چیز اپنے اس حال سے نہ بدلے گی۔ اور جب کارخانہ دوبارہ چالو ہو گا۔ تو پھر ہر چیز اپنے حسبِ حال تغیر پذیر ہونے لگے گی۔ جو دانہ درمیان میں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ نیچے گرنے لگے گا۔ سوت کا جو تار ایک مقام پر ٹھہرا ہوا تھا آگے بڑھنے لگے گا۔ روئی کا جو حصہ درمیان میں رکا ہوا تھا۔ باہر آنے لگے گا۔ بالکل اسی طرح شبِ معراج جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا تو اس کارخانۂ عالم

Marfat.com

کو یکدم بند کر دیا۔ سوائے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان چیزوں کے جنھیں حضور علیہ السلام نے متحرک پایا۔ تمام کائنات کو اسی طرح ٹھہرا دیا۔ جس طرح کارخانہ بند ہونے سے اس کی ہر چیز ٹھہر جاتی ہے۔ چاند اپنی جگہ ٹھہر گیا سورج اپنی جگہ رک گیا۔ زمانے اور زمانیات کی حرکت بند ہو گئی۔ (سوائے ان کے جن کا استثنا ہم عرض کر چکے ہیں۔) حرارت و برودت اسی درجہ پر ٹھہر گئی جس پردہ بند ہوتے وقت پہنچی تھی حضور علیہ السلام کے بستر مبارک کی حرارت بھی ٹھہر گئی۔ جہاں وضو فرمایا تھا وہاں وضو شریف کے پانی کا بہنا بند ہو گیا حجرہ شریف کی زنجیر مبارک ہلتے ہوئے جس جگہ پہنچی تھی وہیں رک گئی۔ جب حضور علیہ السلام واپس تشریف لائے تو کارخانۂ قدرت بحکم مالکِ حقیقی فوراً چالو ہو گیا اور ہر چیز از سرِ نو اپنے مراحل کو طے کرنے لگی۔ چاند، سورج اپنے اپنے منازل پر چلنے لگے۔ حرارت و برودت اپنے درجات طے کرنے لگی۔ جو چیزیں حرکت سے سکون میں آ گئی تھیں مائل بہ حرکت ہونے لگیں۔ وضو شریف کا پانی بہنے لگا (روح المعانی پ ۱۵ ص ۱۲، روح البیان جلد ۵ ص ۱۲۵) بسترِ مبارک کی حرارت اپنے درجات طے کرنے لگی۔ حجرہ شریف کی زنجیر مبارک ہلنے لگی۔ کائنات میں نہ نہ کوئی تغیّر آیا اور نہ کسی کو احساس ہوا۔ کیونکہ تغیّر اور احساس دونوں حرکت کے بغیر ناممکن ہیں۔ اور حرکت کا وجود ہی نہ تھا۔ تو احساس و تغیّر کیسے ہوتا؟

معراج پر لوگوں کا تعجب لوگ حضور علیہ السلام کے آسمانوں پر جانے سے

Marfat.com

تعجب کرتے ہیں۔ اور مجھے حضور علیہ السلام کے واپس آنے پر تعجب ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی اصل نور ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ کُلّ شیئٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ میرا تو یہ مسلک ہے۔ کہ اگر حضور علیہ السلام کے زمین پر جلوہ افروز ہونے سے اللہ تعالیٰ کی حکمتیں متعلق نہ ہوتیں۔ تو حضور علیہ السلام آسمانوں پر ہی رہتے۔ لیکن اللہ جَلّ شانہٗ نے عالمِ اجسام کو فیضیاب کرنے کے لئے حضور علیہ السلام کو جسمانیت عطا فرمائی۔ اور ایک مدّتِ معینہ تک ظاہری طور پر اس عالمِ ناسوت میں جلوہ گر رکھا۔

معراجِ جسمانی اور بشریّت جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے، چلنے پھرنے و دیگر اوصافِ بشریت کو حضور علیہ السلام کے نور ہونے کی نفی میں بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں۔ انھیں غور کرنا چاہئے۔ کہ جس طرح کھانا، پینا وغیرہ ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کے نور نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح تمام عالم عناصر سے اوپر جانا، زمین کے بغیر ٹھہرا رہنا۔ ہوا اور سانس کا محتاج نہ ہونا، کُرّۂ نار سے صحیح سالم گزر جانا۔ اور آن کی آن میں مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ اور آسمانوں پر جا کر واپس آجانا ان ہی کے اُصول پر بشر نہ ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جس طرح نور کا کھانا پینا ناممکن ہے۔ اسی طرح بشر کا آسمانوں پر جانا، ہوا کے بغیر زندہ رہنا، آگ کا کرہ سے صحیح سالم گزر جانا، ایک آن میں آسمانوں پر جا کر واپس آجانا بھی ناممکن ہے۔

Marfat.com

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت بھی عطا فرمائی ہے۔ اور نورانیت بھی۔ عالمِ بشریت میں ظہورِ بشریت کا غلبہ ہے۔ اور عالمِ انوار میں ظہور نورانیت کا۔

حضور علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ ایک مستقل معجزہ ہے

معجزہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ نبی کے دعوائے نبوت کے ساتھ اس کے ذات سے ایسے کام یا صفت کا ظاہر ہونا جو عادت کے خلاف ہو۔ اور مخلوق میں سے کوئی شخص ایسا کام نبی کا مدّمقابل ہو کر نہ کر سکے۔ اسے معجزہ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ وہ صفتِ مدِّمقابل کو نبی کے سامنے عاجز کر دیتی ہے۔

جب تک کوئی کام خلافِ عادت نہ ہو تو معجزہ نہیں ہو سکتا مثلاً انسان اور بشر کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری فرمائی ہے کہ وہ زمین پر ٹھہرے گا۔ ہوا میں سانس لے کر زندہ رہے گا۔ جسمانی اور مادی غذا کے بغیر زندہ نہ رہے گا۔ وہ زمین پر ہی چلے گا۔ آسمانوں پر جانا اس کے لئے خرقِ عادت اور خلافِ عادت ہے۔

اسی طرح نورانی مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ عادت مقرر فرمائی ہے کہ وہ چشم زدن میں آسمانوں سے زمینوں پر آئے۔ اور آنِ واحد میں زمینوں سے آسمانوں پر جائے۔ مادی غذا گوشت، روٹی وغیرہ نہ کھائے۔

Marfat.com

پانی پینا اور ہوا میں سانس لینا، نورانی مخلوق کی عادت نہیں۔ نوری شخص آگ، پانی، ہوا، مٹی کے بغیر بھی زندہ رہے گا۔ اس کے لئے زمین پر چلنا، روٹی کھانا۔ پانی پینا۔ ہوا میں سانس لینا سب خرقِ عادت، خلافِ عادت ہے۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بشریت بھی عطا فرمائی اور نورانیت بھی۔ آیتِ قرآنیہ: قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اور حدیث شریف "فَاَنَا بَشَرٌ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی دلیل ہے۔ اور قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ آیتِ قرآنیہ اور اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا حدیثِ پاک حضور علیہ السلام کی نورانیت کی دلیل ہے۔ جب دونوں صفتیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہوگئیں۔ تو یہ امر بھی ثابت ہوگیا۔ کہ جس طرح آسمانوں پر تشریف لے جانا، مادی غذا کھانے پینے اور ہوا کے بغیر حضور علیہ السلام کا زندہ رہنا حضور علیہ السلام کی بشریتِ مطہرہ کے لئے خرقِ عادت ہونے کے باعث بہت بڑا کمال اور عظیم الشان معجزہ ہے۔ بالکل اسی طرح حضور علیہ السلام کا کھانا پینا، چلنا پھرنا۔ اور دیگر اوصافِ بشریت کا ذاتِ مقدسہ میں پایا جانا حضور علیہ السلام کی نورانیت کے لئے خرق ہونے کی وجہ سے معجزہ ہے

خلاصہ یہ کہ نورانی اوصاف بشریت کے اعتبار سے معجزہ ہیں اور بشری اوصاف نورانیت کے لحاظ سے معجزہ ہیں۔ اور آقائے نامدار صَلَّی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک بشریت اور نورانیت کی جامع ہونے کی وجہ سے

Marfat.com

سراپا معجزہ ہے۔

ایامِ طفولیت مبارکہ میں شقِ صدر کے بعد سینۂ اقدس کو ٹانکے لگائے گئے

صحیح مسلم جلد اول ص۹۲ پر حضرت انس سے مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ (اپنی شان کے لائق) کھیل رہے تھے۔ جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے حضور علیہ السلام کو زمین پر لٹا کر سینۂ اقدس چاک کیا۔ قلبِ مبارک کو باہر نکال کر اس سے منجمد خون نکالا۔ اور زمزم کے پانی سے دھو کر سینۂ اقدس میں رکھ کر سینۂ مبارک بند کر دیا۔ وہ بچے (جن کے ساتھ حضور علیہ السلام کھیل رہے تھے) بھاگے ہوئے حضور علیہ السلام کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہنے لگے اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیئے گئے۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے تو حضور علیہ السلام کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس میں سوئی (سے سیئے جانے) کا نشان دیکھتا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شقِ صدر مبارک کے متعلق روحانی، منامی کشفی، معنوی وغیرہ کی تمام تاویلات قطعاً باطل ہیں۔ بلکہ "یہ شق" اور چاک کیا جانا حسی، حقیقی اور امر واقعی ہے۔ کیونکہ سینۂ اقدس میں سوئی سے سیئے جانے کا نشان چمکتا ہوا نظر آتا تھا۔ پھر حدیثِ پاک میں صاف الفاظ موجود ہیں۔ کہ جب حضور علیہ السلام کا سینۂ مبارک چاک کیا گیا تو حضور

Marfat.com

علیہ السلام کے ساتھ کھیلنے والے لڑکے دوڑے ہوئے حضور کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ) کے پاس آئے اور کہا کہ محمد قتل کر دیئے گئے۔ حضور علیہ السلام کے سینۂ مبارک کے چاک ہونے اور قلبِ اطہر کے نکالے جانے اور اس سے منجمد خون کے باہر نکالنے کا واضح ذکر اور حضور علیہ السلام کے متغیر اللون ہونے کا بیان اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے۔ کہ یہ واقعہ بالکل حسی ہے۔ اس کو معنوی کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا

اس تفصیل کو ذہن نشین کر لینے کے بعد بیان سابق میں ہمارا یہ قول بالکل بے غبار ہو جاتا ہے۔ کہ شق صدرِ مبارک بچپن میں ہو یا جوانی میں، عند البعثت ہو یا بوقت معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وفات حیاتِ حقیقی کے ساتھ زندہ رہنے کی قوی دلیل ہے۔ کیونکہ انسان کا دل اس کی روحِ حیات کا مستقر ہوتا ہے۔ اس کا سینے سے باہر آجانا، روحِ حیات کا بدن سے نکل جانا ہے۔ گویا اس واقعہ میں یہ اشارہ ہے۔ کہ جس طرح قلبِ مبارک کے سینۂ اقدس سے باہر ہو جانے کے باوجود حضور علیہ السلام زندہ ہیں۔ اسی طرح وہ روحِ مقدس کے قبض ہو جانے کے بعد بھی زندہ رہیں گے۔ اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔

فائدہ جلیلہ فضیلت شق صدر صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل باقی انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوئی۔ جیسا کہ تابوت بنی اسرائیل کے قصہ میں طبرانی کی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں:۔ كَانَ فِيْهِ الطَّسْتُ الَّتِیْ

Marfat.com

يُغسَلُ فِيهَا قُلُوبُ الاَنبِيَاءِ (فتح الملہم جلد اول صنا)

یعنی تابوتِ سکینہ میں وہ طشت بھی تھا۔ جس میں انبیا ءعلیہم السلام کے دلوں کو دھویا جاتا تھا۔ چونکہ دیگر انبیاءعلیہم السلام کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں حیاتِ حقیقی جسمانی عطا فرمائی گئی۔ لہٰذا شق صدر اور قلبِ مبارک کا دھویا جانا بھی ان کو عطا کیا گیا۔ تاکہ ان کی حیات بعد الوفات پر بھی اسی طرح دلیل قائم ہو جائے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الممات پر دلیل قائم کی گئی۔ اور اس طرح بلا تخصیص و تقلید مطلقاً حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰہ والسلام ثابت ہو جائے۔

قلبِ مبارک کا دھویا جانا قلبِ اطہر کا زمزم سے دھویا جانا کسی آلائش کی وجہ سے نہ تھا۔ کیونکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الطیبین والطاہرین ہیں۔ ایسے طیب و طاہر کہ ولادت باسعادت کے بعد بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہیں دیا گیا۔ لہٰذا قلبِ اقدس کا زمزم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا۔ کہ زمزم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو دنیا کے کسی پانی کو حاصل نہیں۔ بلکہ قلبِ اطہر کے ساتھ ماءِ زمزم کو مس فرما کر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کوثر و تسنیم کے پانی کو بھی حاصل نہیں۔

جبرائیل علیہ السلام کی حاجت عمدۃ المفسرین علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سدرۃ سے آگے بڑھے تو

Marfat.com

حضور علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: یَا جِبْرَائِیْلُ ھَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ اِلٰی رَبِّكَ (اے جبرائیل رب کی طرف کوئی حاجت ہو تو بتاؤ) جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا "یَا مُحَمَّدُ سَلِ اللهَ اَنْ اَبْسُطَ جَنَاحِیْ عَلَی الصِّرَاطِ لِاُمَّتِكَ حَتّٰی یُجَوِّزُوْا عَلَیْهِ" (اے آقا محمد مصطفےٰ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے یہ سوال کریں کہ قیامت کے دن آپ کی امت جب پل صراط سے گزرے تو میں ان کے قدموں کے نیچے اپنے پر بچھا دوں تاکہ وہ آسانی سے گزر جائیں۔) (روح البیان جلد خامس ص۲۲)

جبریل علیہ السلام سے حضور علیہ السلام کے اس فرمانے میں یہ حکمت تھی۔ کہ جب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نمرود نے آگ میں ڈالنا چاہا۔ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے ابراہیم علیہ السلام کوئی حاجت ہو تو بتلائیے۔ ابراہیم علیہ السلام نے صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا "اَمَّا اِلَیْكَ فَلَا" تمہاری طرف کوئی حاجت نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جبریل علیہ السلام سے ان کی حاجت دریافت فرما کر اپنے جدِ کریم سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے وہ بدلہ اتار دیا۔

شبِ معراج موسیٰ علیہ السلام اور امام غزالی رضی اللہ عنہ کا مکالمہ

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں کہ "منقول ہے۔ کہ شبِ معراج کو جب آنحضرت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

Marfat.com

سے ملاقی ہوئے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا۔ کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِی اِسْرَائِیْلَ جو آپ نے کہا ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی حاضر ہوئے۔ اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ ومغفرتہ وغیرہ عرض کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو۔ آپ (امام غزالی) نے عرض کیا آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اس قدر پوچھا تھا۔ مَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا۔ کہ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ الآیۃ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اُدب یا غزالی" ادب کرو اے غزالی (شمائم امدادیہ ص۱۳۱ مطبوعہ قومی پریس لکھنؤ)

صاحب نبراس شارح عقائد نسفیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب نبراس شرح عقائد نسفیہ میں فرماتے ہیں۔ کہ امام قطب زماں ابو الحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے سامنے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فخر فرما رہے ہیں۔ اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے یہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ کہ کیا آپ کی امتوں میں غزالی جیسا کوئی عالم ہے۔ بعض لوگ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار کیا کرتے تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے خواب میں انھیں کوڑے مارے۔ وہ بیدار ہوئے تو کوڑوں کا اثر ان کے جسم

Marfat.com

پر تھا۔ (نبراس ص۳۸۵) اسی واقعہ کو امام راغب اصفہانی رحمتہ اللہ علیہ نے محاضرات میں سیدنا امام شاذلی صاحب "حزب البحر" رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح نقل فرمایا۔ کہ میں ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ میں سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ مسجد اقصیٰ کے باہر وسط حرم میں ایک تخت بچھایا گیا۔ اور فوج در فوج مخلوق کا اژدہام ہونا شروع ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیسا اجتماع ہے؟ معلوم ہوا۔ کہ تمام رسل و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور سیدِ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں منصور حلاج کی سوء ادبی کے بارے میں شفاعت کے لئے حاضر ہو رہے ہیں میں نے جو تخت دیکھا تو اس پر ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رونق افروز ہیں۔ اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ و عیسیٰ و نوح علیہم السلام سب زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں وہاں ٹھہر گیا اور ان مقدس حضرات کی باتیں سننے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضور! آپ نے فرمایا ہے۔ کہ میری اُمت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔ تو آپ ان میں سے کوئی ایک عالم دکھائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ایک سوال کیا۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے دس جواب دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ جواب، سوال

Marfat.com

کے مطابق ہونا چاہیئے۔ ایک سوال کا ایک جواب دینا تھا۔ آپ نے دس جواب کیوں دیئے؟ امام غزالی نے عرض کیا۔ حضور (معاف فرمائیں) اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی ایک ہی سوال کیا تھا۔ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى (اے موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟) آپ نے اس کے کئی جواب دیئے۔ کہ یہ میری لکڑی ہے۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں۔ اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں۔ اور اس کے علاوہ میرے اور کام بھی اس سے سرانجام ہوتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوال کا ایک جواب کافی تھا۔ کہ یہ میری لکڑی ہے۔" امام شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تخت پر جلوہ افروز ہیں اور تمام رسل و انبیا، بالخصوص حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نوح نجی اللہ علیہ السلام، عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام جیسے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کتنی بڑی عظمت اور جلالتِ محمدی کا مظاہرہ ہے۔ میں سوچ بچار میں لگا ہوا تھا۔ اور اپنے دل میں (بحالتِ خواب) حضور علیہ السلام کی قدر و منزلت پر متعجب تھا۔ کہ ناگہاں کسی نے مجھے پاؤں سے ٹھوکر ماری جس کی ضرب سے میں بیدار ہو گیا۔ میں نے جو اسے دیکھا تو وہ مسجدِ اقصیٰ کا منتظم تھا۔ اور اس وقت مسجد اقصیٰ کی قندیلیں روشن کر رہا

Marfat.com

تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کیا تعجب کرتا ہے؟ یہ سب حضور ہی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ سن کر مجھ پر بیہوشی طاری ہوگئی۔ نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوئی تو اس وقت مجھے افاقہ ہوا۔ میں نے اس منتظم مسجد اقصیٰ کو تلاش کیا۔ مگر آج تک اسے نہ پایا۔ (روح البیان جلد ۵ ص۵)

ایک شبہ کا ازالہ شاید کسی کے دل میں شبہ پیدا ہو کہ امام غزالی نے موسیٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) لاجواب کر دیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ محض اس لئے پیدا ہوا کہ مکالمہ کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت ملحوظ نہ رہی۔

اصل واقعہ یہ ہے۔ کہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت بحیثیت ممتحن تھے۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے امتحان دینے والے طالب علم کی حیثیت سے کھڑے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور امتحان سوال فرمایا اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا صحیح جواب دے دیا۔

اگر کوئی طالب علم ممتحن کے سوال کا صحیح اور معقول جواب دیدے تو کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس نے ممتحن کو لاجواب کر دیا۔ بلکہ طالب علم کو کامیاب کہا جائے گا۔ لہٰذا امام غزالی کے متعلق یہ کہنا غلط بلکہ قطعاً غلط ہوگا کہ انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاجواب کر دیا۔ بلکہ یہی کہا جائے گا۔

Marfat.com

کہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ بارگاہِ کلیمی میں امتحان دے کر خود کامیاب ہو گئے۔

ایک اور شبہ کا ازالہ اس مقام پر یہ شبہ بھی غلط ہو گا۔ کہ واقعی قاعدہ بھی چاہتا ہے۔ کہ سوال جواب کے مطابق ہو۔ اور ایک سوال کے متعدد جوابات بظاہر خلافِ اصول ہیں۔ ایسی صورت میں امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے جوابات اور ساتھ ہی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے جوابات سب محلِ نظر ہو جائیں گے

اس شبہ کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ جواب کا سوال کے مطابق ہونا یقیناً ضروری ہے لیکن جوابات کا تعدد مطابقت کے خلاف نہیں۔ البتہ یہ سوال ضرور ہو سکتا ہے۔ کہ ایک سوال کے کئی جواب دینے میں کیا حکمت ہو گی؟ جس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس کی حکمتِ کلام کو لمبا کرنا ہے۔ تاکہ شرفِ مکالمہ زیادہ دیر تک حاصل ہوتا رہے گویا امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب دیا۔ کہ اے کلیم اللہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے سوال کیا تھا۔ کہ اے موسیٰ تمہارے دہنے ہاتھ میں یہ کیا چیز ہے؟ تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس خطاب کو اپنے لئے باعث عزت وافتخار جانا اور یہ سمجھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کلام فرما کر مجھے اپنا کلیم بنایا۔ لہٰذا ایک سوال کے کئی جواب دے کر کلام کو لمبا کر دوں تاکہ لذتِ مکالمہ دیر تک حاصل ہوتی رہے علیٰ ہذا القیاس۔ اے کلیم الٰہی جب آپ نے مجھے مخاطب فرما کر سوال فرمایا۔ تو آپ کے خطاب کو میں نے اپنے لئے باعثِ صد عزت وافتخار جانا اور یہ محسوس کیا

Marfat.com

کہ میں کیسا خوش نصیب ہوں کہ خدا کے کلیم سے ہم کلام ہو رہا ہوں۔ آپ نے کلیم اللہ ہونے پر فخر کیا اور میں نے کلیم اللہ کے کلیم ہونے کو موجب شرف جانا اور لذّت مکالمہ سے زیادہ دیر تک کیف اندوز ہونے کیلئے کلام کو لمبا کر دیا۔

تحفہ معراجیہ نماز مسلمان کے لئے معراج شریف کا تحفہ ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں:۔ ۱۔ خدا کے دربار میں حاضری معراج کا نقشہ ہے

۲۔ نماز معراج شریف کے موقع پر فرض ہوئی۔

۳۔ التحیات میں معراج کے انوار و تجلّیات پائے جاتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج تو یہ تھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرّف ہوئے اور بے حجاب خدا کا جمال دیکھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس دنیا کی حیات ظاہری میں جسمانی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کسی کو نہیں ہو سکتا! اس لئے ہماری معراج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جانا ہے۔ اس طرح کہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قرب حاصل ہو جائے۔ کہ ہم اسی دنیا میں بحالت بیداری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال مبارک اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اس حکمت کے لئے تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کے الفاظ رکھے ہیں۔ نماز میں اپنے قصد و ارادہ سے غیر اللہ کو بلانا اور پکارنا نماز کے فساد کا موجب ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کے

Marfat.com

صیغہ سے پکارنا واجب ہے۔ معلوم ہوا کہ مومن بحالتِ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری سے مشرف ہوتا ہے۔ اب اگر وہ اپنی پاکیزگی طہارت اور محبت و اخلاص کو اس درجہ قوی کرلے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہتے وقت اس کی بصیرت نورِ جمالِ محمدی کو دیکھ سکے۔ تو بس یہی اس کی معراج ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہے۔ اسی لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ وَاَحْضِرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَہُ الْکَرِیْمَ وَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (احیاء العلوم جلد اول ص۱۱۵) یعنی نماز پڑھتے ہوئے اپنے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کرو۔ اور اسی حال میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہو۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْوَاصِلِیْنَ آمین۔

ام المؤمنین کی حدیث بعض لوگ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے غلط نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ اس لئے اس کی وضاحت ضروری ہے۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں۔ جو تجھ سے بیان کرے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا۔ اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ اور جو شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ما فی غد یعنی آئندہ ہونے والے واقعات کا علم رکھتے تھے۔ یا یہ بیان کرے۔ کہ

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی وحی میں سے کچھ چھپالیا۔ اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔

اس حدیث میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین مسئلے بیان فرمائے ہیں۔ ایک رؤیت باری تعالیٰ کا۔ دوسرا علم مَا فِیْ غدٍ کا۔ تیسرا قرآنِ کریم اور احکامِ الٰہی کے چھپا لینے کا۔ رؤیت باری تعالیٰ پر ہم تفصیل سے کلام کر چکے ہیں۔ احکامِ خداوندی و قرآن مجید کو چھپا لینا معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے حق میں ہرگز متصور نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے علوم و معارف اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں۔ وہ سب حضور علیہ السلام نے اُمت کو پہنچا دیئے۔ بلکہ واقع یہ ہے کہ جو کچھ تبلیغ کے لئے حضور علیہ السلام پر نازل ہوا اس میں سے کوئی بات حضور علیہ السلام نے چھپا کر نہیں رکھی۔ ورنہ امت کا علم حضور علیہ السلام کے مساوی ہو جائے گا۔ جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اس کے بعد مَا فِیْ غَدٍ کے علم کی طرف آئیے۔ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ مراد ہرگز نہیں۔ کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی حضور علیہ السلام کو آئندہ ہونے والے واقعات کا علم نہیں۔ بلکہ ان کا مطلب بالکل واضح ہے اللہ تعالیٰ کے بغیر بتائے حضور علیہ السلام کے لئے مَا فِیْ غَدٍ کا علم ثابت کرنا اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا ہے۔ ہمارے اس بیان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت

Marfat.com

مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا۔ جس میں حضور علیہ السلام کے لئے مَا فِی غَدٍ کا علم ثابت کیا۔ حضور علیہ السلام نے سُنا اور اس پر انکار نہ فرمایا۔ بلکہ قصیدہ سن کر ان کے حق میں کلماتِ خیر ارشاد فرمائے اور انعام میں حُلّہ پہنایا۔ ہم وہ پورا قصیدہ امام ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب اَلْاِصَابَہ سے نقل کرتے ہیں۔

(۱) مَا اِنْ رَاَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِوَاحِدٍ فِی النَّاسِ کُلِّهِمْ کَمِثْلِ مُحَمَّدٍ

(۲) اَوْفٰی فَاَعْطٰی لِلْجَزِیْلِ لِمُجْتَدِیْ وَمَتٰی تَشَاْ یُخْبِرْکَ عَمَّا فِیْ غَدٍ

(۳) وَاِذَا الْکَتِیْبَةُ عَرَّدَتْ اَبْنَاؤُهَا بِالسَّمْهَرِیِّ وَضَرْبِ کُلِّ مُهَنَّدٍ

(۴) فَکَاَنَّهٗ لَیْثٌ عَلٰی اَشْبَالِهٖ وَسْطَ الْهَبَاءَةِ خَادِرٌ فِیْ مَرْصَدٍ

ترجمہ: (۱) میں نے تمام لوگوں میں کوئی ایک شخص بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ آنکھ سے دیکھا نہ کان سے سُنا (۲) انھوں نے وعدہ پورا فرمایا اور حاجتمند کو عطائے کثیر سے نوازا۔ (اور اے مخاطب) جب تو چاہے وہ تجھے "مَا فِی غَدٍ" (ہر آئندہ ہونیوالے واقعہ) کی خبر دینگے۔ (۳) اور جب لشکر کے سپاہی خوشی اور طرب میں گانے گاتے ہوئے مضبوط نیزوں اور ہندی تلواروں کی ضرب کے ساتھ حملہ آور ہوتے ہیں۔ (۴) گویا وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے غلاموں پر) ایسے ہوتے ہیں جیسے

Marfat.com

بہادر شیر اپنے بچوں پر، وہ پورے حلم و وقار کے درمیان اپنی نگہبانی کے مقام پر نہایت قوی اور مضبوط رہتے ہیں۔ فَقَالَ لَہٗ خَیْرًا وَّکَسَاہُ حُلَّۃً

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نعتیہ اشعار سُنکر مالک بن عوف صحابی کے حق میں کلماتِ خیر فرمائے اور انھیں حُلّہ پہنایا۔ (الاصابہ جلد ۳ صـ ۳۳۲)

اسی طرح حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جاہلیت کے زمانہ میں کاہن تھے۔ اور جِن ان کے تابع تھا۔ ان کے جِن نے مسلسل تین راتوں میں سواد بن قارب کو نیند سے بیدار کر کے بتایا کہ مکہ میں رسولِ معظم ہادیٔ برحق قبیلہ بنی ہاشم سے پیدا ہو چکے ہیں۔ اور (وہ ہجرت کر کے مدینے پہنچ گئے ہیں) اکثر جنّات بھی ان پر ایمان لے آئے ہیں۔ تم بھی چلو اور ان پر ایمان لے آؤ۔ مسلسل تین راتیں اسی طرح گذریں۔ بالآخر حضرت سواد بن قارب کے دل میں اسلام جاگزیں ہوگیا۔ سواد بن قارب فرماتے ہیں میں مدینہ پہنچا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ خوش آمدید ہو تمھیں اے سواد بن قارب! قَدْ عَلِمْنَا مَا جَاءَ بِکَ تمھارے آنے کا سبب ہم خوب جانتے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور میں نے کچھ شعر کہے ہیں۔ سُن لیجئے۔ اجازت پاکر میں نے اپنے یہ شعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنائے

اَتَانِیْ رَئِیِّیْ بَعْدَ لَیْلٍ وَّھَجْعَۃٍ ۔۔۔ فَلَمْ اَکُ فِیْمَا قَدْ بَلَیْتُ بِکَاذِبٍ

ثَلَاثَ لَیَالٍ قَوْلُہٗ کُلَّ لَیْلَۃٍ ۔۔۔ اَتَاکَ نَبِیٌّ مِنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ

فَشَمَّرْتُ عَنْ سَاقِی الْاِزَارَ وَوَسَّطَتْ ۔۔۔ بِیَ الذِّعْلِبُ الْوَجْنَاءُ عِنْدَ السَّبَاسِبِ

Marfat.com

فَاشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ وَاَنَّكَ مَامُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ

وَاَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ شَفَاعَةً اِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَائِبِ

فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيْكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ وَاِنْ كَانَ فِيْمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

فَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ

سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

ترجمہ:- رات کا کچھ حصہ گزرنے اور سونے کے بعد میرے پاس میرا جن آیا جو میرے تابع ہے۔ تو میں اپنے تجربہ میں جھوٹا نہ ہوا میرا جن تین راتوں تک یہی کہتا رہا۔ تیرے پاس قبیلہ لوی بن غالب سے ایک نبی آگئے ہیں۔ میں نے اپنی پنڈلیوں سے اپنا تہمند اونچا کیا۔ اور اپنی سواری میں ایک مضبوط اونٹنی کو لیا۔ جو نہایت تیز اور میدانوں کو قطع کرنیوالی ہے۔ تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں۔ اور بیشک آپ ہر غیب پر امین ہیں۔ اور بے شک اسے آقا بزرگوں اور پاکوں کی اولاد تمام رسولوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف شفاعت کے سب سے زیادہ حقدار آپ ہی ہیں۔ تو اے رسولوں کے سردار آپکے پاس جو احکام آتے ہیں آپ ہمیں ان کا امر فرمائیں۔ اگرچہ ان میں لفوں کا بڑھاہی کیوں نہ ہو۔ آپ اس دن میرے شفیع ہوں جس دن کوئی شفاعت کرنیوالا نہ ہوگا۔ سواد بن قارب کو عذاب الٰہی سے بچانے والا آپ کے سوا اور کون ہوسکتا ہے۔

قَالَ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ:- سواد بن قارب فرماتے ہیں۔ کہ میرے اشعار سنکر حضور مسکرائے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔

(عینی شرح بخاری جلد ۷ ا۳۵)

Marfat.com

دیکھئے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کے سامنے مَافِی غدٍ کا علم حضور علیہ السلام کے لئے تسلیم کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر انکار نہیں فرمایا۔ اسی طرح حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کو جو قصیدہ سنایا اس میں صاف صاف کہا کہ حضور ہر غیب پر آپ امین ہیں۔ اس پر بھی حضور علیہ السلام نے انکار نہ فرمایا بلکہ حضور علیہ السلام خوش ہوئے اور مسکرائے ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ مَافِی غدٍ کا علم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے دینے سے ہے اور ہر غیب کی امانت بھی بہ عطاء الٰہی حضور علیہ السلام کے لئے ثابت ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا۔ کہ جن احادیث میں حضور علیہ السلام سے مَافِی غدٍ کے علم یا کسی علم کی نفی وارد ہوئی ہے تو وہاں علم ذاتی کی نفی مراد ہے۔

نکتہ | سواد بن قارب نے حضور علیہ السلام کو ہر غیب پر امین بنایا ہے معلوم ہوا کہ غیب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور چونکہ اجازتِ مالک کے بغیر امانت میں تصرف کرنا خیانت ہے اس لئے حضور علیہ السلام نے اگر کسی کے پوچھنے کے باوجود بھی غیب کی کوئی بات نہ بتائی۔ تو اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ حضور کا امین ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

فلکی ملکوت اور بعض آیات | اگر سوال کیا جائے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام فلکی ملکوت دکھائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بعض آیات! تو میں عرض کروں گا کہ اٰیٰتِنَا میں اضافتِ استغراقیہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کل آیات ان سب کا مجموعہ ہے

Marfat.com

جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا سننے، چکھنے، سمجھنے وغیرہ سے! ثابت ہوا کہ دیکھنے کے قابل جو آیات ہیں وہ کل آیات کا بعض ہیں۔ لہٰذا مِنْ تبعیضیہ احتراز کے لئے نہیں بلکہ بیان واقع کے لئے ہے"۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملکوت سموٰت و الارض ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو خود اپنا جمال دکھایا۔ جیسا کہ تفصیلاً گذر چکا ہے۔

خواتیم سورۂ بقرہ مسلم شریف میں حدیث وارد ہے۔ کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواتیم سورۂ بقرہ بھی عطا فرمائیں اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے حاصل کرنے میں جبریل علیہ السلام کے قطعاً محتاج نہ تھے۔ بلکہ جبریل علیہ السلام اپنی متعلقہ خدمت کو انجام دینے کے لئے بارگاہِ محمدی میں حاضر ہونے کے محتاج تھے۔ حضور علیہ السلام تو بلا واسطہ جبریل علیہ السلام بھی اپنے رب کا کلام لے سکتے ہیں جس کی دلیل شب معراج خواتیم سورۂ بقر کا لینا ہے۔ پھر وہ آئتیں مدینہ منورہ میں بھی نازل ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ ایک علم کا بار بار دیا جانا درست ہے۔ اور تکرارِ عطا عظمتِ علم کی دلیل ہے۔

معراج سے واپسی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم براق پر واپس تشریف لائے تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ فَرَكِبَ الْبُرَاقَ وَعَادَ اِلٰى مَكَّةَ بِغَلَسٍ۔ یعنی حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوئے اور رات کی تاریکی میں

Marfat.com

مکہ معظمہ واپس تشریف لائے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۳)

معراج کا سنہ مہینہ اور تاریخ سنہ معراج کے بارے میں محدثین کے حسب ذیل اقوال ہیں:۔ (۱) ہجرت سے ایک سال پہلے (۲) ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے۔ (۳) ہجرت سے ایک سال اور کچھ پہلے۔ (۴) ہجرت سے پانچ سال پہلے (۵) بعض محدثین کا قول ہے کہ بعثت کے پانچ سال بعد معراج ہوئی۔ اسی طرح مہینہ میں بھی حسب ذیل اقوال ہیں:۔ (۱) ربیع الاوّل (۲) ربیع الآخر (۳) رجب المرجب (۴) رمضان المبارک (۵) شوال المکرم۔ دن میں بھی اختلاف ہے۔ کہ کونسے دن کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ ایک قول ہے۔ کہ پیر کی رات میں معراج ہوئی دوسرا قول ہے۔ کہ جمعہ کی رات میں ہوئی (واللہ اعلم) (نسیم الریاض جلد ۲ صفحہ ۲۶۶) اسی طرح تاریخ کے متعلق بھی حسب ذیل اقوال ہیں۔ (۱) ۱۷ ر رمضان المبارک (۲) ۱۷ ر ربیع الاوّل شریف (۳) ۲۷ ر رجب المرجب (ماثبت بالسنتہ صفحہ ۱۹۱ روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۶)

قول مشہور اس بارے میں قول مشہور یہ ہے کہ معراج شریف ۲۷ رجب المرجب شب دوشنبہ کو ہوئی۔ (ماثبت بالسنہ صفحہ ۱۹۱ و روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۶)

شب معراج کی فضیلت امت کے حق میں شب اسریٰ سے لیلۃ القدر زیادہ افضل ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شب معراج لیلۃ القدر سے زیادہ افضل ہے۔ (مواہب اللدنیہ جلد دوم صفحہ ۴)

Marfat.com

ایک اعتراض اور اس کا جواب علماء نے لکھا ہے۔ کہ لیلۃ الاسراء میں کسی عمل کی ارجحیت کے بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی۔ اسی واسطے نہ حضور علیہ السّلام نے صحابہ کے لئے اس رات کو مقرر فرمایا۔ نہ صحابہ کرام نے اُسے کسی عبادت کے لئے معیّن کیا۔ لہٰذا شبِ معراج منانا اور اس میں ذکرِ معراج کا اہتمام کرنا بدعت ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے۔ کہ اگر صحابۂ کرام یا ان کے بعد کسی زمانہ میں اس رات میں ذکرِ معراج کے اہتمام کا رواج ہوتا۔ تو اس کے مہینہ اور تاریخ میں اتنا شدید اختلاف واقع نہ ہوتا۔ اختلافِ اقوال اس امر کی روشن دلیل ہے۔ کہ بزرگانِ سلف کے نزدیک شبِ معراج کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ اگر معترض کی مراد یہ ہے۔ کہ شبِ معراج میں خصوصیت کے ساتھ نیکی اور عبادت کا مشروع ہونا کسی حدیث میں مشروع نہیں ہوا۔ تو ہمیں اس سے اختلاف نہیں۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ شبِ معراج میں معراج کا اہتمام بھی ناجائز اور بدعت ہے۔ ارشادِ خداوندی وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ اور وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اس امر کی روشن دلیل ہے۔ کہ جن دنوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے خاص اور اہم واقعات رونما ہوئے ہیں۔ ان کو یاد دلانا عین منشأ قرآن کے مطابق ہے۔ نیز اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا ذکر ارشادِ خداوندی کی تعمیل ہے۔ واقعۂ معراج سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت کے ظہور کا اور کون سا واقعہ ہوگا؟ اور شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

جو نعمتیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے حضور علیہ السلام کی امت کو عطا فرمائیں۔ ان کا انکار کون کر سکتا ہے۔ پھر اس بات کی یاد دہانی، اس کا ذکر اور بیان ہماری پیش کردہ آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں کیونکر بدعت قرار پا سکتا ہے؟ رہا یہ امر کہ سلف میں اس کا رواج نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ عدم نقل عدمِ وجود کو مستلزم نہیں۔ اس لئے محض منقول نہ ہونے سے اس کا عدم ثابت نہیں ہوتا۔ اور ہمارے لئے اتنا کافی ہے۔ کہ اس کی ممانعت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور اس میں ایسا کوئی کام شامل نہیں جس پر شرح مطہر میں نہی وارد ہوئی ہو۔ اسکی دلیل خلافتِ صدیقی میں قرآن مجید کا جمع کیا جانا ہے جس کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے حضرت عمر فاروق رضہ سے فرمایا تھا کَیْفَ تَفْعَلُ شَیْئًا لَمْ یَفْعَلْہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پھر حضرت زید بن ثابت نے صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما دونوں سے عرض کیا۔ کَیْفَ تَفْعَلُوْنَ شَیْئًا لَمْ یَفْعَلْہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (آپ وہ کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا) فاروق اعظم نے صدیق اکبر کو پھر صدیق اکبر نے زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی جواب دیا۔ ھُوَ وَاللّٰہِ خَیْرٌ (بے شک حضور نے نہیں کیا لیکن) خدا کی قسم وہ خیر ہے۔ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۴۵)

معلوم ہوا کہ جس کام سے حضور علیہ السلام نے منع نہ فرمایا ہو اور اس میں خیر کا پہلو پایا جائے۔ تو وہ بظاہر بدعت معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن حسن اور خیر ہے لہٰذا اگر بفرض محال یہ ثابت بھی ہو جائے کہ سلف صالحین میں شب معراج

کے اہتمام کا رواج نہ تھا۔ تب بھی اس اہتمام اور ذکر معراج کو بدعت اور ناجائز نہیں کہہ سکتے تاوقتیکہ اس اہتمام میں کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے۔ جو شرعاً ممنوع ہو۔ اور ہم آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں واضح کر چکے ہیں۔ کہ ایام اللہ کا یاد دلانا اور نعمائے الٰہیہ کا بیان منشاء قرآن کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا شبِ معراج منانا اور اس میں واقعات معراج بیان کرنا جائز مستحب اور باعثِ رحمت و برکت ہے۔ اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے۔ جس کے دل میں صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور عداوت ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

رہا یہ امر کہ شبِ معراج کے بارے میں اختلاف اقوال اس امر کی دلیل ہے کہ سلف کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہ تھی ورنہ اختلاف نہ ہوتا۔

تو اس کے متعلق عرض کروں گا۔ کہ اگر دن، تاریخ اور مہینہ کے اختلاف کو اس بات کی دلیل مان لیا جائے۔ کہ سلف کے نزدیک اس رات کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ نہ ان کے زمانے میں اسکے منانے کا کوئی رواج نہ تھا۔ تو سنہ معراج کا اختلاف اس بات کی دلیل بن جائے گا۔ کہ معراج سرے سے واقع ہی نہیں ہوئی۔ اگر ہوتی تو اس کے سنہ میں اتنا اختلاف نہ ہوتا۔ ہمارے نزدیک سنہ معراج کا اختلاف اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ معراج کے دن تاریخ اور مہینہ کے بارے میں اختلافِ اقوال محض اختلافِ روایات پر مبنی ہے۔ بیانِ معراج کے اہتمام اور شبِ معراج کی اہمیت سے اس کو متعلق

Marfat.com

کرنا درست نہیں۔ کیونکہ دن، تاریخ اور مہینہ کو شبِ معراج منانے اور بیان معراج کے اہتمام میں دخل ہو سکتا ہے۔ لیکن سنہ معراج اس اہتمام سے بالکل غیر متعلق ہے لیکن اس کے باوجود بھی اس میں اختلافِ شدید موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ اختلافِ اقوال کو شبِ معراج منانے اور اس کے اہتمام سے کوئی تعلق نہیں اگر بقولِ معترض ہم اس بات کو تسلیم کریں کہ اختلافِ اقوال اسی وجہ سے ہے کہ سلف کے زمانے میں شبِ معراج منانے کا کوئی رواج نہ تھا۔ اور ان کے نزدیک شبِ معراج کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ تو میں دریافت کروں گا۔ کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ و دیگر عبادات و اکثر و بیشتر معاملات میں سلف کے درمیان شدید اختلاف واقع ہوئے۔ مثلاً نماز میں رفع یدین۔ آمین بالجہر۔ قرأت خلف الامام، رکعات وتر، تعداد تراویح۔ تعین یوم عاشورہ۔ تکبیرات عیدین وغیرہ بے شمار مسائل میں صحابہ کرام، تابعین، مجتہدین کے درمیان اختلاف اقوال کسی سے مخفی نہیں۔ تو کیا اس اختلافِ اقوال کی بنا پر یہ کہنا صحیح ہو گا۔ کہ سلف صالحین کے زمانہ میں روزہ، نماز وغیرہ کا کوئی رواج نہ تھا اور ان کے نزدیک ان فرائض و واجبات اور امور مسنونہ و مستحبہ و اعمال حسنہ کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ کوئی ذی ہوش ایسی بات کی جرأت نہ کر سکے گا۔ معلوم ہو کہ اختلافِ اقوال عدمِ رواج یا عدم اہتمام کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اختلافِ روایات کی وجہ سے ہے۔

Marfat.com

دربارِ عرب میں رجبی شریف

روح البیان اور ما ثبت بالسنۃ کی عبارت سے واضح ہے۔ کہ لوگوں میں شب معراج منانے کا دستور تھا۔ بالخصوص دیارِ عرب کے باشندے اس مبارک رات کی عظمت و اہمیت کے قائل تھے۔

دیکھئے روح البیان میں ہے:۔ وَهِيَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ مِنْ رَجَبٍ لَيْلَةَ الْاِثْنَيْنِ وَعَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ (روح البیان جلد ۵ ص۱۰۳)

ترجمہ:۔ شب معراج رجب کی ۲۷ تاریخ ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے معلوم ہوا کہ لوگ اس رات کچھ نہ کچھ کرتے تھے۔ اور ما ثبت بالسنۃ میں ہے۔ اِعْلَمْ اَنَّهٗ قَدِ اشْتَهَرَ بِدِيَارِ الْعَرَبِ فِيْمَا بَيْنَ النَّاسِ اَنَّ مِعْرَاجَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ مِنْ رَجَبٍ وَمَوْسَمَ الرَّجَبِيَّةِ فِيْهِ مُتَعَارِفٌ بَيْنَهُمْ الخ (ما ثبت بالسنۃ ص۱۹۱)

ترجمہ:۔ جاننا چاہئے کہ دیارِ عرب میں لوگوں کے درمیان مشہور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف ۲۷ رجب کو ہوئی۔ اور رجبی کا موسم عرب میں اہلِ عرب کے درمیان مشہور متعارف ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ رجبی شریف کے منانے کو بدعت کہنے والوں کا قول باطل ہو گیا۔ اور حق کی وضاحت ہو گئی۔ والحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔

سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۶۰ء

Marfat.com

سُنّتِ خیرُ الانام

مصنفہ حضرت مولانا محمد کرم شاہ صاحب فاضل جامعہ ازہر

انکارِ سنت کے اس پُر فتن دور میں اس مسئلے کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے کہ حضرت رسولِ کریم کی سُنتِ مطہرہ کی اہمیت کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے تاکہ ہر مسلمان سنتِ رسول کے مطابق اپنی زندگی گزار کر خداوند قدس کے حضور سُرخروئی حاصل کر سکے اِس اہم موضوع پر فاضل مصنف نے جس محنت و کاوش کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے مختلف رسائل و جرائد اور ہر مکتبِ خیال کے علماء نے اس کو بیحد پسند فرمایا ہے منکرینِ حدیث کیلئے تازیانے کی حیثیت رکھتا ہے ہم نے عمدہ خوشخط کتابت و طباعت کیساتھ اعلیٰ کاغذ پر طبع کیا ہے۔ دو رنگہ حسین سرورق اور مضبوط جلد مع دو رنگہ حسین گرد پوش نے اس میں مزید چار چاند لگادیے ہیں کتاب پر مختلف رسائل نے جو تبصرے کیے ہیں اسکے چند نمونے درج ذیل ہیں جس سے اس کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

فاران ؛ اپنے موضوع پر سُنتِ خیر الانام بڑے معرکہ کی کتاب ہے، فاضل مؤلف نے شائستگی، متانت اور سنجیدگی کی حدود میں رہ کر فتنۂ انکارِ حدیث کا رد فرمایا ہے۔

چراغِ راہ ؛ اس موضوع پر اس سے مدلل اور مفصل کتاب اب تک نہیں لکھی گئی۔

چٹان ؛ یہ کتاب انکارِ حدیث کی مذموم تحریک پر پوست کندہ تبصرہ ہے حدیث کے موضوع پر عربی، فارسی اُردو میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں اُن کا ماحصل زیرِ نظر کتاب میں آگیا ہے۔

تسنیم ؛ فاضل مؤلف نے فی الحقیقت پوری کوشش کی ہے۔ کہ اِس موضوع کا کوئی گوشہ تشنہ نہ رہنے پائے، طالب حق کو اس کتاب کے دامن میں اطمینان قلب کا بڑا سامان مل سکتا ہے۔

کامران ؛ تحقیق و تدقیق کے باب میں مصنف کی یہ مجاہدانہ کوشش لائق صد تبریک و تحسین ہے

طلوعِ اسلام ؛ اس سے مترشح ہے۔ کہ مصنف نے اِسے جذبۂ صادقہ کے ساتھ لکھا ہے۔

قیمت لاگت کے عین مطابق و انتہائی مناسب سائز ۱۸×۲۲/۸ صفحات ۳۱۲ قیمت مجلد چھ روپے۔

مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

Marfat.com

Marfat.com

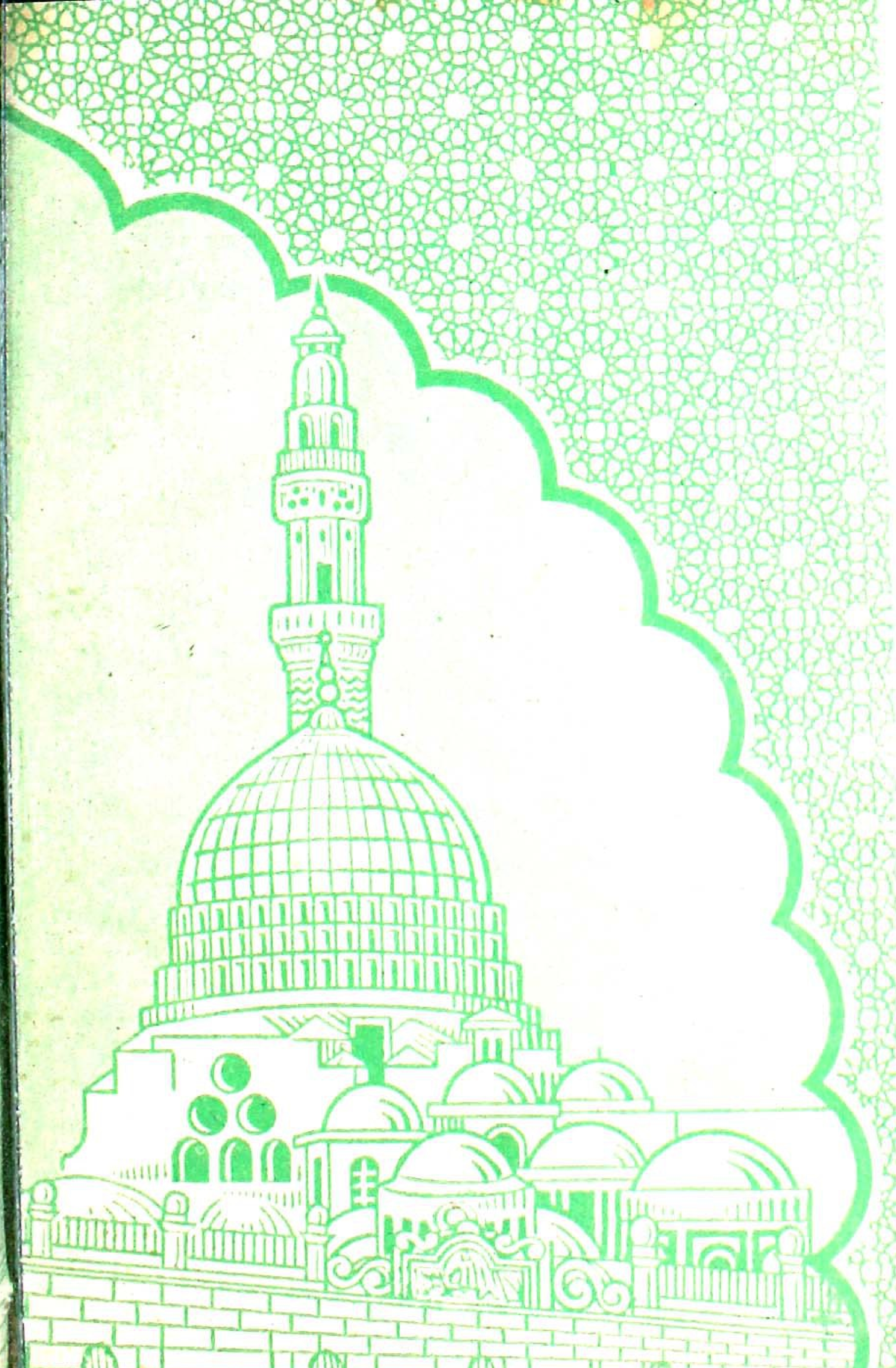

Marfat.com

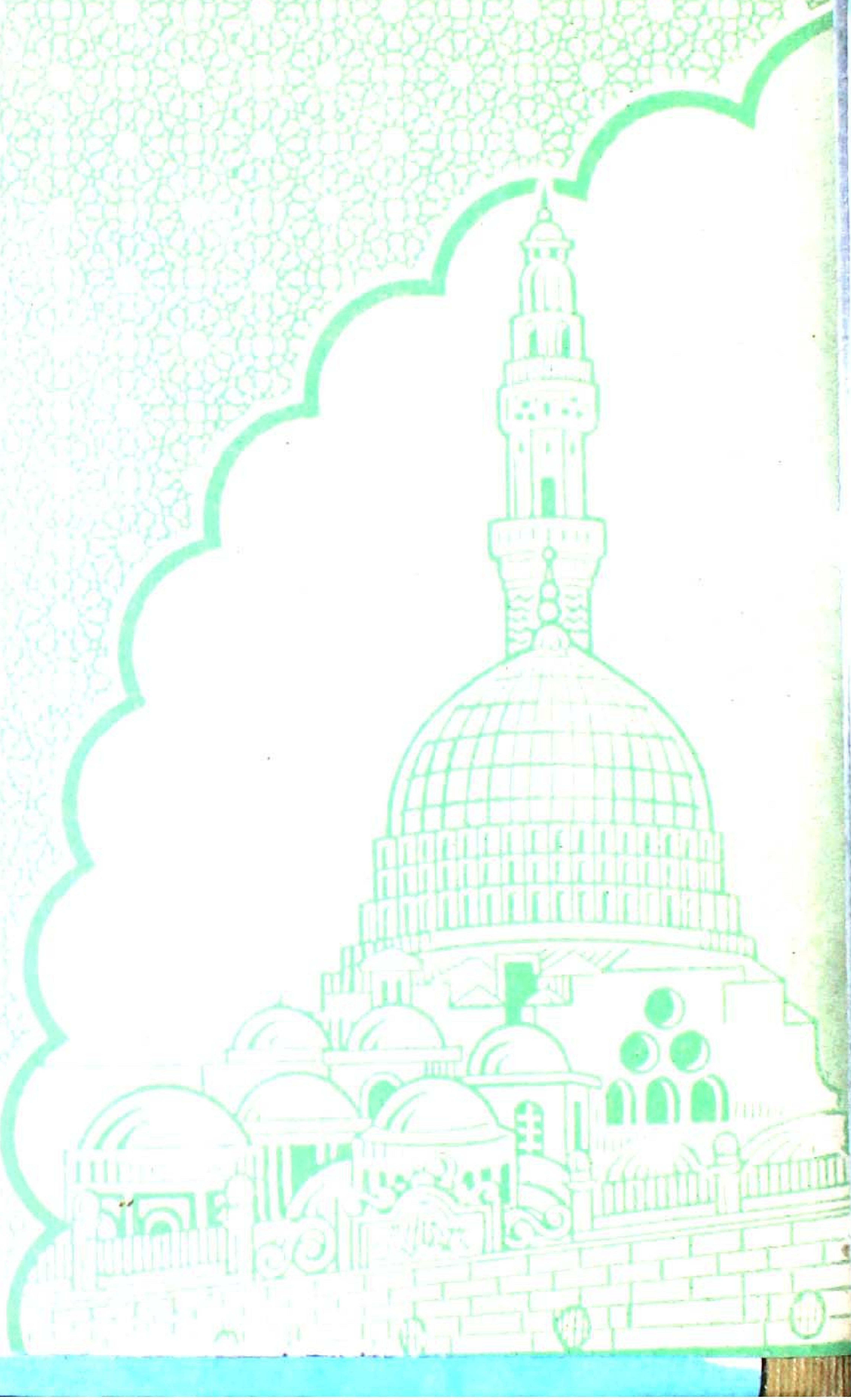

Marfat.com

مدارج النبوت اردو

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی
رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص وفضائل وحیاتِ طیبہ پر جامع ومانع کتاب

جلد اوّل

اس میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیاتِ سابق وآخر اور افضل الکائنات کو دلائل عقلی والہامی اور اثبات فکری اور روحانی سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس جلد میں ان امور پر بھی بحث کی گئی ہے جو شرفِ حسب نسب، شرفِ نبوت ورسالت، شرفِ ابوت، شرفِ عصمت اور شرفِ معجزات سے متعلق ہیں اور کمال تو یہ ہے کہ ان خصائص اور فضائل کو قرآن پاک کی آیات سے ثابت کیا گیا ہے۔ اندازِ تحریر اور طریقۂ استدلال اتنا پیارا اور دل نشین ہے کہ بات دل ودماغ میں آتی چلی جاتی ہے اور بہت سے ایسے شکوک وشبہات جو مادیت اور الحاد کے پیدا کردہ ہیں خود بخود زائل ہوجاتے ہیں اور دل ودماغ دولتِ ایمانی سے مالامال ہوجاتے ہیں

خوشنما کتابت ★ آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت ★ مضبوط پلاسٹک کا خوبصورت کور، سائز ۲۰×۲۶
آٹھ سو سے زائد صفحات ——— قیمت -/
چوبیس روپے

جلد دوم

اس جلد میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اور متعلقاتِ حیاتِ مبارکہ کو پیش کیا گیا ہے۔ طلوعِ آفتابِ رسالت، اہالیانِ مکہ کے شدائد، رسولِ اکرم کی استقامت، ہجرت، غزوات، سرایے، دربارِ نبوی کے فیصلے، اصحاب سے آپ کا برتاؤ، غیروں سے حسنِ سلوک، ازواجِ مطہرات کے حالات، اولادوں کا ذکر، یہاں تک کہ جس کو رسول سے ذرا سی بھی قلبی نسبت تھی اس تک کے حالات ایسے دلکش اور پیارے انداز میں تحریر کئے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو علم کا بحرِ ذخار تسلیم کر لینا پڑتا ہے۔ جو کچھ لکھا ہے عشقِ رسول میں ڈوب کر لکھا ہے اور جو بھی انہیں پڑھے گا ان ہی کیفیات کو اپنے دل میں محسوس کریگا۔ یہ بات بھی پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اردو میں اس کے مکمل ترجمے اور اشاعت کا فخر صرف مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ہی کو حاصل ہے۔ اس کا ترجمہ مفتی غلام معین الدین مرادآبادی نے کیا ہے جس کے لئے وہ ہم سب کے شکریے اور تحسین کے مستحق ہیں۔

خوشنما کتابت ★ آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت ★ مضبوط پلاسٹک کا خوبصورت کور ★ سائز ۲۰×۲۶
نو سو سے زائد صفحات
قیمت
روپے

مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

Marfat.com

44 45 25′ 46 47 48

PARMEH PA IN 5.6 km

KOMI

5 Kilometers

3 Statute Miles

3 Nautical Miles

GN

GRID CONVERGENCE
0°20′ (6 MILS)
FOR CENTER OF SHEET

1985
G-M ANGLE
3½° (60 MILS)

TO CONVERT A
MAGNETIC AZIMUTH
TO A GRID AZIMUTH
ADD G-M ANGLE

TO CONVERT A
GRID AZIMUTH TO A
MAGNETIC AZIMUTH
SUBTRACT G-M ANGLE

DISTRI

Marfat.com